ماہنامہ

انصار اللہ

حضرت امام مہدی معہودؑ اور اس کے پسر موعود کے بارہ میں حضرت نعمت اللہ ولیؒ اپنے قصیدہ میں لکھتے ہیں:

ا - ح - م و دال مے خوانم   نامِ آں نامدار مے بینم
دَورِ اُو چُوں شود تمام بکام   پسرش یاد گار مے بینم

''کشفی طور پر مجھے معلوم ہوا ہے کہ نام اُس امام کا **احمد** ہوگا- ......جب اُس کا زمانہ کامیابی کے ساتھ گزر جائے گا تو اُس کے نمود پر اس کا **لڑکا** یادگار رہ جائے گا یعنی مقدر یوں ہے کہ خدا تعالیٰ اس کو ایک لڑکا پارسا دے گا جو اُسی کے نمونہ پر ہوگا اور اسی کے رنگ سے رنگین ہو جائے گا اور وہ اس کے بعد اس کا یادگار ہوگا یہ درحقیقت اس عاجز کی اُس پیشگوئی کے مطابق ہے جو ایک لڑکے کے بارہ میں کی گئی ہے-''

(نشان آسمانی - روحانی خزائن جلد ۴ - ترجمہ و تشریح از حضرت اقدسؑ)

تبلیغ ۱۳۸۳ ہش
فروری ۲۰۰۴ء

ایڈیٹر
نصر اللہ خاں ناصر

ایک عظیم الشانِ نشانِ آسمانی

حضرت اقدس بانی سلسلہ علیہ السلام ایک عظیم الشان نشان آسمانی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''بفضلہٖ تعالیٰ واحسانہٖ و ببرکت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم خداوندِ کریم نے اس عاجز کی دعا کو قبول کر کے ایسی بابرکت روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا جس کی ظاہری و باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔ سو اگرچہ بظاہر یہ نشان احیائے موتیٰ کے برابر معلوم ہوتا ہے۔ مگر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ نشان مُردوں کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ بہتر ہے۔ مُردہ کی بھی روح ہی دعا سے واپس آتی ہے اور اس جگہ بھی دعا سے ایک روح ہی منگائی گئی ہے۔ مگر ان روحوں اور اس روح میں لاکھوں کوسوں کا فرق ہے۔''

(تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۷۳۔۷۴)

''۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء میں یہ بھی ایک پیشگوئی ہے کہ بعض لڑکے فوت بھی ہوں گے۔ پس ضرور تھا کہ کوئی لڑکا خوردسالی میں فوت ہو جاتا۔ تب بھی وہ لوگ اعتراض سے باز نہ آئے۔ تب خدا تعالیٰ نے ایک دوسرے لڑکے کی مجھے بشارت دی۔ چنانچہ میرے سبز اشتہار کے ساتویں صفحہ میں اُس دوسرے لڑکے کے پیدا ہونے کے بارے میں یہ بشارت ہے۔ دُوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا دُوسرا نام محمود ہے وہ اگرچہ اب تک جو یکم ستمبر ۱۸۸۸ء ہے پیدا نہیں ہوا مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔ یہ ہے عبارت اشتہار سبز کے صفحہ سات کی جس کے مطابق جنوری ۱۸۸۹ء میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام محمود رکھا گیا......''

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۳۷۳۔۳۷۴)

احمدی انصار کی تربیت کیلئے

ماھنامہ

انصار اللہ

ایڈیٹر: نصر اللہ خان ناصر

تبلیغ ۱۳۸۳ ہش۔فروری ۲۰۰۴ء

جلد نمبر ۴۵

شمارہ نمبر ۲

نائبین: پروفیسر محمد اسلم صابر۔جاوید احمد جاوید۔ریاض محمود باجوہ۔محمود احمد اشرف

اس شمارے میں

پبلشر: عبدالمنان کوثر

پرنٹر: قاضی منیر احمد

مطبع: ضیاء الاسلام پریس

مقام اشاعت: دفتر **انصار اللہ**

دار الصدر جنوبی ربوہ (چناب نگر)

کمپوزنگ: خالد کمپوزنگ سنٹر۔ربوہ

شرح چندہ: (پاکستان)

سالانہ .... ایک سو روپے

قیمت فی پرچہ .... دس روپے

اداریہ

۲۰ فروری۔ ”پیشگوئی مصلح موعود“!

پسرِ موعود، رحمت کا نشان

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ میں ”مسیح موعود“ کی آمد کا ذکر کرتے ہوئے یہ پیشگوئی فرمائی ”یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُلَہٗ“ کہ وہ (مسیح موعود) شادی کرے گا اور اس کے ہاں اولاد ہوگی۔ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی ان پیشگوئیوں کے پس منظر میں اس خبر کو بڑی اہمیت حاصل ہے جبکہ

- آنے والے مسیح کے دور میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی نشأۃ ثانیہ ہوگی
- اس کی حیثیت ایک امام کی ہوگی۔ یعنی وہ اتحاد و وحدت کا موجب بنے گا۔
- صلیبی مذہب اور لادینی نظریات کو دینِ حق کے دلائل و براہین کی مدد سے وہ شکست دے گا۔
- دینی جنگ وجدال کا اس دور میں خاتمہ ہوگا اور صلح و امن کا دور دورہ ہوگا۔ یعنی نفرت اور ظلم جو عناد اور دشمنی پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں وہ محبت اور ہمدردی کے سانچے میں ڈھل کر اخوت و ایثار کے معاشرہ کو جنم دیں گے۔ اور دنیا ظلم و جور کی بجائے عدل و انصاف سے بھر جائے گی۔

تقدیرِ خداوندی سے مسیح محمدی کا ظہور ہوا اور اس کے ذریعہ سے ان تمام برکات کا ظہور بھی ہونے لگا۔ دلائل و براہین سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی عظمت و صداقت اور قرآن کریم کی فضیلت ظاہر ہوئی جس کی تصدیق و تعریف اس دور کے بڑے بڑے علماء و فضلاء اور حکماء و فلاسفہ نے بھی کی۔ مگر اس عظیم الشان ذمہ داری کے پیش نظر وہ خبر تھی جس کا حدیث میں اشارہ کیا گیا تھا۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ پیشگوئی کی حقیقت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یوں بیان فرمایا:۔

قَدْ اَخْبَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْمَسِیْحَ الْمَوْعُوْدَ یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُلَہٗ فَفِی ھٰذَا اِشَارَۃٌ اِلٰی اَنَّ اللّٰہَ یُعْطِیْہِ وَلَدًا صَالِحاً یُشَابِہُ اَبَاہُ وَلَایَاْبَاہُ وَیَکُوْنُ مِنْ عِبَادِاللّٰہِ الْمُکْرَمِیْنَ.

(روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۷۸ حاشیہ)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ مسیح (موعود) شادی کرے گا اور اس کو بیٹا دیا جائے گا اس میں اس بات

کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے یقیناً ایسا بیٹا دے گا جو اپنے باپ سے مشابہ ہوگا۔ (یعنی ظاہری اور باطنی صفات کے اعتبار سے) اور اس سے مختلف نہیں ہوگا اور وہ اللہ کے معزز بندوں میں سے ہوگا۔

حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے اس زمانہ میں جب ذات باری تعالیٰ اور اس کی صفات کے منکرین آپ سے نشان طلب کر رہے تھے تو آپ نے خدا تعالیٰ کے وجود، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت اور دین حق کی صداقت کے لئے اللہ تعالیٰ سے نہایت متضرعانہ دعاؤں کے ساتھ نشان مانگا۔ تو خدائے رحیم و کریم اور بزرگ و برتر نے الہاماً خبر دی۔

''O میں نے تیری تضرعات کو سنا۔ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا''۔ ''O وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ O وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا''۔ ''O وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے''۔ ''O وہ سخت ذہن و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم''۔ ''O علوم ظاہری اور باطنی سے پُر کیا جائے گا''۔ ''O وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا''۔ (اس کے معانی سمجھ میں نہیں آئے) ''O دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الحق والعلاء کانّ اللّٰہ نزل مِنَ السَّماء جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا''۔ ''O نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضا مندی کے عطر سے ممسوح کیا''۔ ''O ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا''۔ ''O وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا۔ وَکَانَ اَمراً مَقْضِیاً''۔ (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

یہ ایک عظیم الشان آسمانی نشان ہے جس کو خدا تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و عظمت کے لئے ظاہر فرمایا اس کی پیدائش کے لئے حضرت مسیح موعودؑ نے نو سال کی میعاد کا ذکر فرمایا کہ ایسا لڑکا بموجب وعدہ الٰہی نو سال کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا۔ خواہ جلد ہو خواہ دیر سے۔ بہر حال اس عرصہ کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔

''پسر موعود'' کا یہ وعدہ ایک آسمانی نشان ہے جو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد (خلیفۃ المسیح الثانی۔ المصلح الموعود) کی ولادت ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کے ذریعہ پورا ہوا اور اس مبارک وجود کی ۷۷ سالہ زندگی کے ایک ایک لمحہ نے ان علامات کو پورا کیا جو اس نشان رحمت کے ساتھ وابستہ تھیں۔ حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ اس نشان رحمت کے بارہ میں فرماتے ہیں:-

عجب محسن ہے تو بَحرُ الْاَیَادِیْ فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

امام الکلام

’’رحمت کا نشان‘‘

سیدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں فرماتے ہیں:۔

’’بالہام اللہ تعالیٰ واعلامہ عزّ وجلّ خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے جل شانہٗ وعزّ اسمہٗ مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا:۔

’’میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرّعات کو سُنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے .... سو بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس رُوح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے اور وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ اس دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علومِ ظاہری اور باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزندِ دلبند گرامی ارجمند۔ مظہر الاوّل والآخر کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی رُوح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطۂ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا۔ وَکَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا۔‘‘

(تبلیغِ رسالت صفحہ ۵۸ تا ۶۰ و مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۲)

کلام الامام

صاحبِ عظمت وشکوہ ۔ فرزندِ جلیل

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ پیشگوئی مصلح موعود کے بارہ میں فرماتے ہیں:۔

''پس یہ اَمر خوب ذہن نشین رہے کہ محض ایک بیٹے کی ولادت کی پیشگوئی نہیں کی گئی ایک ایسے فرزند جلیل کی پیشگوئی کی گئی ہے جو عمر پانے والا ہوگا۔ نہایت ذکی اور فہیم ہوگا۔ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ وہ علوم ظاہری اور باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ کلام اللہ یعنی قرآن کریم کا نہایت گہرا فہم اس کو عطا ہوگا اور اس خداداد فہم سے کام لے کر وہ قرآن کی ایسی عظیم الشان خدمت کی توفیق پائے گا۔ کہ کلام اللہ کا مرتبہ دنیا پر ظاہر ہو۔ وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا وہ عالم کباب ہوگا۔ یعنی اس کے دَورِ حیات میں ایسی عالمگیر تباہیاں آئیں گی جو سب دنیا کو بُھون کر رکھ دیں گی۔ وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔

کیا یہ تمام صفات اور ان کے علاوہ اور بہت سی خصوصیات جو اس موعود بیٹے کی بیان کی گئی ہیں محض ایک کے بعد دوسرے رُونما ہونے والے اتفاق پر آس لگا کر بیان کی جاسکتی ہیں؟

وہ شخص جس کی اپنی زندگی خطرے میں ہو جس کی اپنی شہرت اور اس کے سلسلہ کی بقا دنیا میں چند دن کا کھیل ہو جس کے متعلق یہ دعویٰ کیا جارہا ہو کہ خدا پر افتراء کرنے والا ہے اور اس جرم کی پاداش میں خدا کا قہری ہاتھ اسے آج یا کل اس طرح نیست و نابود کرنے والا ہے کہ صفحہ ہستی سے ہمیشہ کے لئے اس کا نشان مٹ جائے گا۔ اگر وہ مرد صادق نہ ہوتا تو کیسے ممکن تھا کہ ان حالات میں وہ ایسے عظیم الشان اور بے نظیر۔ صاحبِ عظمت وشکوہ بیٹے کی ولادت کی پیشگوئی کرنے کی جرأت کرتا جس کے پورا نہ ہونے کے ظاہری امکانات پورا ہونے کے امکانات سے ہزاروں گنا بڑھ کر تھے۔

اس حقیقت سے آنکھیں بند کرنا انصاف کا خون کرنا ہے جس کے بیٹے کی ولادت کی خبر دی جارہی ہے وہ ہزاروں میں سے ایک نہیں لاکھوں میں سے ایک نہیں کروڑوں اور اربوں میں سے ایک ہے۔

صرف یہی نہیں کہ مجموعی طور پر اس پیشگوئی کو پورا کر دکھانا کسی انسان کے بس کی بات نہیں بلکہ اس پیشگوئی کے بہت سے اجزاء ایسے ہیں جن میں سے کسی ایک کو پورا کرنے کی بھی کسی انسان کو قدرت نہیں۔''

(سوانح فضل عمر جلد اوّل صفحہ ۹۴۔۹۵)

عربی منظوم کلام

عَلَیَّ لِرَبِّی نِعْمَةٌ بَعْدَ نِعْمَةٍ		فَلَا زِلْتُ فِی نُعْمَائِہٖ

مجھ پر خدا کی نعمت پر نعمت ہے مَیں ہمیشہ اس کی نعمتوں سے لوٹ پوٹ رہتا ہوں

وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ شَمْسٌ مُنِیْرَۃٌ		وَبَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ بَدْرٌ وَکَوْکَبٌ

اور بے شک رسول اللہ ﷺ تو روشنی دینے والے سورج ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے بعد چودھویں کا چاند اور ستارے ہیں

جَرَتْ عَادَۃُ اللّٰہِ الَّذِیْ ھُوَ رَبُّنَا		یُرِیْ وَجْہَ نُوْرٍ بَعْدَ نُوْرٍ یَذْھَبُ

اللہ تعالیٰ جو ہمارا رب ہے اس کی یہ عادت جاری ہے کہ وہ ایک نُور کے جانے کے بعد دوسرے نور کا چہرہ دکھا دیتا ہے

کَذٰلِکَ فِی الدُّنْیَا نَرٰی قَانُوْنَہٗ		نُجُوْمُ السَّمَا تَبْدُوْا اِذَا الشَّمْسُ تَغْرُبُ

اسی طرح ہم دنیا میں اس کا قانون پاتے ہیں کہ جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو آسمان کے ستارے ظاہر ہو جاتے ہیں

تَصُوْلُ الْعِدَا مِنْ جَھْلِھِمْ وَعِنَادِھِمْ		عَلٰی صُحُفِ مَوْلَانَا وَکُلٌّ یُکَذِّبُ

دشمن ہمارے مولا کے صحیفوں پر اپنی جہالت اور عناد سے حملے کر رہے ہیں اور ہر ایک (دشمن) انہیں جھٹلا رہا ہے

وَھُدًی کَسِمْطَیْ لُؤْلُؤٍ وَزَبَرْجَدٍ		بِہٖ الطِّفْلُ یَلْھُوْ مِنْ عِنَادٍ وَّیَجْدِبُ

اور قرآن تو ایک ہدایت ہے (خوبصورتی میں) موتیوں اور زبرجد کی دو لڑیوں کی طرح ہے لیکن طفلانہ ذہن بوجہ عناد اس سے کھیلتا ہے اور عیب لگاتا ہے

نَرٰی ھٰذِہٖ مِنْ کُلِّ قَوْمٍ بِعَیْنِنَا		فَتَذْرِفُ عَیْنُ الرُّوْحِ وَالْقَلْبُ یَشْجَبُ

یہ بات ہم ہر قوم سے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ سورج کی آنکھ آنسو بہا رہی ہے اور دل کڑھ رہا ہے

فَاِنَّ مَلَاذِیْ مُسْتَعَانٌ یُحِبُّنِیْ		وَیَسْقِیْنِیْ مِنْ کَاْسِ الْوِصَالِ فَاَشْرَبُ

سو یقیناً میری پناہ تو وہ وجود ہے جس سے مدد مانگی جاتی ہے اور وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور مجھے وصال کا پیالہ پلاتا ہے سو میں پیتا ہوں

(کرامات الصادقین۔ روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۱۰۳)

فارسی منظوم کلام

قُربانِ تُست جانِ من اَے یارِ مُحسنم — با من کدام فرق تُو کردی کہ من کنم

اے میرے محسن میری جان تجھ پر قربان ہے تو نے مجھ سے کون سا فرق کیا ہے کہ میں تجھ سے کروں

ہر مطلب و مراد کہ می خواستم زِغیب — ہر آرزو کہ بُود بخاطر مُعیّنم

ہر مراد اور مدعا جو میں نے غیب سے طلب کیا اور ہر خواہش جو میرے دل میں تھی

از جُود دادہٗ ہمہ آں مدّعائے من — وزلطف کردہٖ گذرِ خود بمسکنم

تو نے اپنی مہربانی سے میری وہ مرادیں پوری کردیں اور مہربانی فرما کر تو میرے مسکن پر سے گزرا

ہیچ آگہی نبُود زِعشق و وفا مرا — خود ریختی متاعِ محبت بدامنم

مجھے عشق و وفا کی کچھ خبر نہ تھی تو نے ہی خود محبت کی دولت میرے دامن میں ڈال دی

ایں خاکِ تیرہ را تُو خود اکسیر کردہٗ — بُودآں جمالِ تو کہ نمود است احسنم

اس سیاہ مٹی کو تو نے خود اکسیر بنا دیا وہ صرف تیرا ہی جمال ہے جو مجھے اچھا لگا

ایں صیقلِ دلم نہ بزہد و تعبّد است — خود کردہٖ بلُطف و عنایات روشنم

یہ میرے دل کی صفائی زہد و عبادت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ خود تو نے اپنے لطف و احسان سے روشن کر دیا

صد منّتِ تُو ہست بریں مُشتِ خاکِ من — جانم رہینِ لُطفِ عمیمِ تو ہم تنم

میرے وجود پر جو خاک کی ایک مٹھی ہے تیرے سینکڑوں احسان ہیں۔ میری جان بھی تیری عالمگیر مہربانیوں کی احسان مند ہے اور میرا جسم بھی۔

(آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۶۵۸)

تبرکات

حضرت المصلح الموعود......کی شخصیت

رقم فرمودہ: حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

حضور کی شخصیت سے متعلق کچھ لکھنا اس لئے میرے لئے ایک مشکل امر ہے کہ میں خوب جانتا ہوں کہ اس مضمون کا حق ادا کرنا میری بساط سے باہر ہے اپنے فہم اور بیان کی تمام قوتیں صرف کر دینے کے باوجود بھی میں حضور کے حُسن کا احاطہ کرنے سے بُری طرح قاصر رہوں گا پھر ابھی تو اپنے فہم و بیان کی ساری قوتیں بھی میرے اختیار میں نہیں ابھی تو ذہن کی کیفیت کچھ ایسی ہی ہے۔ جیسے بلندی سے گرنے کے بعد کسی کے اَوسان پراگندہ ہو چکے ہوں ایک کھویا کھویا سا نیم خوابیدگی کا عالم ہے صدمہ کا احساس تو ہے مگر اس کی کمیت اور کیفیت کے بیان کی طاقت نہیں۔ مضمون شروع تو کر بیٹھا ہوں لیکن اس کے کسی پہلو پر ہاتھ ڈالتے ہوئے جی سخت گھبرا رہا ہے اور رُک رُک کر پُر درد احتجاج کرتا ہے۔ جیسے کسی ناتواں کو طاقت سے بڑھ کر بوجھ اُٹھانے کا حکم دے دیا گیا ہو!

حضور کی زندگی میں بھی حضور کی شخصیت کا ایسا رُعب دل پر طاری تھا کہ بسا اوقات پیش ہوتے ہوئے جھجک محسوس ہوتی تھی۔ آج آپ کے وصال کے بعد آپ کی شخصیت کی یاد بھی ویسی ہی پُر رعب اور پُر شوکت ہے۔ ہمیشہ آپ کے قرب سے ایسا احساس ہوا کرتا تھا جیسے ہمالہ کے دامن میں انسان کو اپنی بے بضاعتی اور بے حقیقتی کا احساس ہوتا ہے۔ خدا گواہ ہے کہ زندگی بھر مجھے کسی دوسرے انسان کے سامنے کمزوری اور بے طاقتی کا ایسا احساس نہیں ہوا بلکہ حضور کے سوا کسی انسان کی شخصیت بھی مجھ پر اس طرح تو کیا ایک ذرا بھی حاوی نہیں ہو سکی اور ہر دوسرا انسان مجھے اسی سطح پر کھڑا ہوا نظر آتا ہے جس سطح پر میں خود اس سے ہمکلام ہوتا ہوں۔ لیکن جیسا کہ میں ابھی کہہ چکا ہوں میرے مقرب بارگاہِ الٰہی آقا کی شخصیت ایک استثنائی رُعب اور نرالی شان اپنے اندر رکھتی تھی وہ ہر انسان پر سایہ ڈالتی تھی مگر اس پر خدا کے سوا اور کسی کا سایہ نہ تھا وہ شخصیت محض ایک بلند و بالا چٹان کا رُعب ہی نہیں بلکہ ایک شاداب جہاں کی وسعت اپنے اندر سمیٹے ہوئے تھی میں پھر اپنے خدا ہی کو گواہ ٹھہراتا ہوں کہ جس سے بہتر اس محبوب جان کی حقیقت سے کوئی واقف نہ تھا کہ ایسی ہمہ گیر صفات کے حامل انسان شاذ شاذ ہی دنیا کے پردے پر اُبھرتے ہیں۔ وہ ایک انسان نہیں ایک اُمت تھے ایک پھول نہیں ایک گلدستہ صفاتِ حسنہ تھے۔ پورے چمن کی زینت آپ کی تنہا ذات میں مضمر تھی ہر گل کی بُو سے خوش ہر کلی کی دلآویزی ہر لالہ کی رنگینی ہر سَرو و صنوبر کا وقار ہر نرگس و سوسن کا

معصوم حسن ہر قمری کا لحسن ہر بھنورے کی جستجو ہر مرغ چمن کا سوز وساز بہار کی شگفتگی بھی تھی تو خزاں کی اُداسی بھی۔ ہر صبح کی اُمید بھی تھی تو ہر شام کا تفکر بھی۔ کاش مجھے قدرت ہو کہ میں اس پیارے وجود کے حسن واحسان کا ایک ایک جُزنکھار کر قارئین کے سامنے لا کھڑا کروں وہ وجود جس کے حسن نے مجھے گرویدہ اور جس کے احسان نے اسیر در بنا رکھا ہے۔ کاش رُعبِ حُسن کا یہ پردہ اب تو ہمارے درمیان حائل نہ رہے۔ جب کہ وہ حُسنِ نظار سوز ہی نظروں سے اوجھل ہو چکا۔

آپ ایک کوہ وقار تھے۔ وفا کے پتلے، جرأت کا ایک نشان، عدل کے بے لاگ ترازو، لطیف احساسات کے آبگینے، سب زندہ لوگوں میں سب سے زیادہ شجاع، سب سے بڑھ کر حلیم، غیور، ہمدرد، شفیق و مہربان، قانع، متوکل، مہمان نواز، وسیع حوصلہ، وسیع خیال، مردم شناس، ہر صاحبِ فضیلت کا اکرام کرنے والے ہر تہی دست پر لُطف وعنائت کی نظر رکھنے والے، صاحبِ لطافت وظرافت، نجیب ونظیف، علوم ظاہری و باطنی سے پُر ایک باکمال ادیب اور بلند پایا شاعر، ایک ماہر فن طبیب تجربہ کار ہومیو پیتھ، ایک عظیم مصنف، ایک بے بدل مقرر، ایک لاجواب منتظم، مورخ مدبر مفکر، عالمی سیاست کا گہرا ادراک رکھنے والے صاحبِ جاہ وجلال مَظْهَر و الحقِ والعلیٰ۔

آپ کی جو صفات میں نے بیان کی ہیں ان میں ایک ذرہ بھر بھی مبالغے سے کام نہیں لیا بلکہ حق یہ ہے کہ حضور کی عظیم شخصیت کے کتنے ہی پہلو اس وقت ضبط تحریر میں آنے سے رہ گئے ہیں جو وقتاً فوقتاً ذہن میں کسی نہ کسی تعلق میں اُبھرتے رہیں گے۔ پھر ایسے بھی تو کتنے پہلو ہیں جس سے میں خود ناآشنا ہوں اور کئی دوسرے نظارا کرنے والے ان پر روشنی ڈالیں گے۔ مبالغہ کیسا؟ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایسے پیارے وجود دنیا میں کم آتے ہیں۔ ذرا جاؤ اور چراغ لے کر ڈھونڈا، بستی بستی قریہ قریہ چھان مارو۔ صفاتِ حسنہ میں تمہیں ایک بھی ایسا قد آور جوان نظر نہ آئے گا دنیا کو اخلاقیات کا درس دینے والے بڑے بڑے سورما تو اس کے ٹخنوں تک بھی نہیں پہنچتے۔ سیّدُ وُلدِ آدم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ غلام آسماں کے تلے اکیلا تھا آقائے عربی کے حُسن واحسان کا یہ خوشہ چین اپنے وقت کے ہر دوسرے انسان پر بازی لے گیا۔ احمد قادیانیؑ کی دعاؤں کا یہ کرشمۂ احسان میں خود اسی کی نظیر بنا۔ اخلاقیات کا یہ بطلِ جلیل وقت کا رستمِ زماں ٹھہرا۔ اس کے جوڑ کا اور کوئی پہلوان زندگی بھر اس کے مقابل نہ آیا کیونکہ اس کے جوڑ کے کسی اور پہلوان کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔ وہ اوّل سے لیکر آخر تک اوّل رہا اور آخر جب اس کی رخصت کا وقت آیا تو لاکھوں دلوں کو حزیں چھوڑ کر وہ اپنے نفسی نقطۂ آسمان کی طرف اُٹھایا گیا۔ آؤ دیکھو کہ ربوہ کی بستی اس کے بغیر کتنی سونی پڑی ہے اور کُل عالم کے عارف کیسے اداس ہیں خلافتِ احمدیہ زندہ و پائندہ رہے گی۔ ایک خلیفۂ برحق کے بعد دوسرا خلیفۂ برحق اس کی جگہ لے گا۔ بڑی بڑی شان کے خدا رسیدہ خلفاء آئیں گے اور احمدیت کا قافلہ ہر قدم پر نئی شان اور نئی شوکت سمیٹتا

ہوا صراط مستقیم پر قدم بڑھاتا جائے گا۔ مگر نسلیں ترسیں گی اس ایک خلیفہ کے زمانے کو جو مصلح موعود کی بلند تر مسند پر رونق افروز
ہوا۔ ایسے خلفاء آئیں گے جن کی سلطنت شرق سے غرب تک ممتد ہوگی۔ لیکن مصلح موعود کی مصاحبت کو وہ اپنے بلند مرتبے پر
ترجیح دیں گے اور رتبے میں ان کے چند غلاموں کو اپنے سے کہیں بہتر جانیں گے کیوں نہ ہو کہ وہ تابندہ و درخشندہ خلیفہ بے
مثال ستاروں کے جھرمٹ میں تھا۔ وہ جس کے اُجالے کے گرد قمر الانبیاء پروانہ وار گھومتے رہے اور وہ جس کی اطاعت کا جُوا
پہنے "وہ بادشاہ آیا"، جس کو غلام رسول......، عبدالرحیم......، محمد صادق......، اور شیر علی......، سے مصاحب عطا ہوئے جس کے
سامنے روشن علی......، سرور شاہ...... اور اسحٰق...... نے زانوئے تلمذ طے کیا وہ جس کے ہاتھوں نے جلال الدین...... اور
ابوالعطاء...... جیسے مجاہدین اسلام تیار کئے۔ اللہ اللہ (دینِ) کے احیاء نو کا یہ روشن دَورِ تاریخ کے پردوں میں چھپا جاتا ہے!! وقت
کا نہ تھمنے والا پہیہ انسانی سود و زیاں سے بے نیاز شب و روز یکساں گردش میں ہے۔ سنو! سنو! انسان کے قدموں تلے سے نکلتی
ہوئی زمین کا یہ راگ سنو اور کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ کی صدائے پُر درد پر کان دھرو جو قبروں سے اُگی ہوئی زمین کی خونچکاں
چھاتی سے بلند ہو رہی ہے۔ اور اے فانی انسانوں کی فانی نسلو! بس اسی بھیجنے والے اور اسی بلانے والے کے چہرے سے پیار کرو
جو رب العزت اور ذوالجلال والاکرام ہے اس جسمانی دنیا سے سب مٹ جائیں گے۔ لیکن وہ ہمیشہ ہمیش باقی رہے گا اور
اخروی عالم میں بھی ہمیشگی کی زندگی پانے والوں کا بس وہی ایک سہارا وہی منبع وہی ملجا اور وہی ماویٰ ہوگا۔

آج حضور کی عظیم شخصیت کے بعض ذاتی پہلوؤں سے متعلق میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ گو آپ کی ذات کو آپ کے عظیم
جماعتی اور قومی منصب، جماعتی، ملکی اور قومی خدمات سے کلیۃً الگ نہیں کیا جا سکتا نہ ہی ممکن ہے۔ آپ کی صفات کی کوئی ایسی
تصویر اتاری جائے جس میں یہ نسبتیں اور یہ تذکرے نہ ملیں تاہم میرا مقصد اس وقت حضور کے عہدِ خلافت کے شاندار
کارناموں یا ملکی و قومی اور انسانی خدمات کے بارہ میں کچھ لکھنا نہیں بلکہ ان صفات و عادات کی تصویر کشی کرنا ہے۔ جنہیں عظیم
الشان قوت کے ساتھ تسخیر کر کے آپ نے (دین)، ملک، قوم اور بنی نوع انسان کی خدمت پر مامور کر رکھا تھا۔

آپ کا رنگ کِھلا ہوا گندمی اور چہرہ مردانہ حُسن کا مرقع تھا۔ کشادہ پیشانی، ستواں ناک، روشن بڑی بڑی آنکھیں جو عموماً
نیم باز رہتی تھیں لیکن گرد و پیش کے ہر اونچ نیچ ہر حرکت و سکون سے پوری طرح باخبر ہوتی تھیں۔ جب آنکھ اُٹھا کر بھرپور نگاہ
سے دیکھتے تھے تو وہ پُر تاثیر نظر بے روک ٹوک دل کی گہرائی تک اتر جاتی تھی ایسے مواقع پر بسا اوقات ایسا احساس ہوتا تھا۔ جیسے

اندھیرے میں راستہ چلتے اچانک کسی ٹارچ کی بھرپور روشنی۔ چہرہ پر آپڑے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے دل کے سب چھوٹے چھوٹے راز اس روشنی کے نیچے ننگے ہو رہے ہیں لیکن اس سے پرے کون کیا دیکھ رہا ہے اس کا علم کچھ نہیں۔ میرے لئے اس کیفیت کا بیان مشکل ہے مگر ہر صاحبِ تجربہ جسے حضور نے ان بھرپور متلاشی نظروں سے دیکھا ہوا ہے۔ اس کی کُنہ سے خوب خوب واقف ہے۔

عموماً آپ بات۔ بے روک ٹوک کرتے تھے۔ میں نے کبھی آپ کو لفظوں کو چباتے ہوئے نہیں دیکھا۔ روزمرہ کی گفتگو میں بھی تقریر کی سی روانی تھی۔ زبان صاف، شُستہ اور شگفتہ تھی، آواز تمام مردانہ صفات سے آراستہ اور پُر جذب و کشش تھی۔ گفتگو میں تیزی کے وقت بھی بے ربط پن کبھی نہیں آیا اور کبھی لہجہ میں افراتفری نہیں پائی گئی۔ چہرے کے آثار جذبات اور گفتگو کا پورا پورا ساتھ دیتے تھے۔ اداس گفتگو کے وقت چہرہ ویسا ہی اداس اور پُر مزاح کلام کے وقت ویسا ہی شگفتہ ہو جاتا تھا۔ چہرے کے اس بے لاگ اظہار میں کبھی میں نے تکلف کا شائبہ تک نہیں دیکھا۔ اس چہرہ پر غصہ بھی سجتا تھا، غم بھی سجتا تھا، خوشی بھی سجتی تھی۔ شدید ترین غصے کی حالت میں بھی میں نے اس کے نقوش کو بگڑتے نہیں دیکھا ہاں سورج کی طرح وہ تابناک ضرور ہو جاتا تھا۔ غم کے اثرات آپ کے چہرے کو بے رونق نہیں بلکہ عجب پُر سوز و گداز بنا دیتے تھے۔ جس کا نظارہ دیکھنے والے دل کو پگھلا تا تھا۔ خوشی کے موقع پر چہرے کی تازگی اور شگفتگی نظر کو خیرہ کرتی اور سینے کو مسرت سے بھر دیتی تھی۔

آپ کا قد درمیانہ، چھاتی چوڑی اور جسم بھرا ہوا اور مضبوط تھا۔ رفتار تیز تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے احادیث نبوی میں سرور دو عالم حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار کے بارہ میں جو آتا ہے حضور بھی اسی سنت کی پیروی فرما رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رفقاء۔۔۔ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اسی تیز رفتاری کے ساتھ چلا کرتے۔ حضور کی رفتار نہایت باوقار ہونے کے باوجود اس قدر تیز تھی کہ عام آدمی دوڑ دوڑ کر ساتھ رہنے کی کوشش کرتے تھے خصوصاً قادیان کے زمانہ میں جلسہ سالانہ یا مشاورت کے موقع پر کسی اجلاس کے اختتام پر حضور اور آپ کے عقب میں دوڑتے گرتے پڑتے خدام کے قافلے کا منظر آج بھی جب نظروں کے سامنے آتا ہے تو پیارا بھی بہت لگتا ہے اور پُر درد بھی۔ ہر پیاری چیز کا یہی حال ہوتا ہے۔ جتنی لذت وہ وصال کی گھڑیوں میں عطا کرتی ہے اسی قدر بلکہ اس سے زیادہ ہجر کے اوقات میں دل و جگر سے نچوڑ لیتی ہے۔ قرب کے لمحات کی یاد کا بھی یہ عالم ہے کہ مٹھاس کے ساتھ درد بھی اسی قدر رکھتی ہے اور مجموعہ خیر و شر ایک ہی رہتا ہے کارخانہ قدرت کچھ اسی طرح پر چلایا گیا ہے اور ہم کیا، کائنات کا ذرہ ذرہ سر اطاعت خم کئے اس کی رضا پر راضی ہے۔

(بقیہ صفحہ ۳۲ پر)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (المصلح الموعود)......

ایک صاحب طرز و فکر مصنّف کی حیثیت سے

تحریر: جناب اختر اورینوی (ایم۔اے۔ڈی لسٹ) صدر شعبہ اُردو پٹنہ یونیورسٹی (بہار)

چونکہ سیدنا حضرت مرزا محمود احمد.......... کے تصنیفی کارنامے اُردو زبان میں ہیں۔ لہٰذا میں تاریخ اُردو کو پس منظر میں رکھتے ہوئے اپنی معروضات پیش کروں گا۔ تنقید ادب میں غیر جانبداری ضروری اور قیمتی طرز عمل ہے۔ ہر چند کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی.......... میرے آقا و پیشوا، رہنما و کرم فرما ہیں تاہم میں تعیین اقدار و معیار کے متعلق صاف اور سچی باتیں پیش کرنے کی ایماندارانہ کوشش کروں گا۔ انشاء اللہ

اُردو زبان و ادب ایسے تہذیبی اظہارات ہیں جن کی وسعت اس برصغیر کو اپنی آغوش میں لیتے ہوئے عالمی تحریک کی صورت اختیار کر چکے ہیں۔ اس تہذیبی توانائی کی توسیع میں جماعت احمدیہ کا بڑا ہاتھ ہے۔ اُردو زبان صوفیوں کی گود میں پلی ہے اور اس کے پروان چڑھنے کے دَور میں مختلف مذہبی، تعلیمی اور سیاسی تحریکوں نے اسے ترقی دی ہے۔ دراصل تہذیبی تحریکیں اپنے واسطۂ اظہار کو آگے بڑھاتی ہیں اور ہونہار واسطے تحریکات کی کامیاب توسیع و اشاعت کا موجب ہوتے ہیں۔ جماعت احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے زبان اُردو کو اپنی عظیم الشان تحریک احیاء (دین) کی اشاعت کا ذریعہ بنایا۔ آپ نے تقریر و تحریر میں اسی ہندوستانی زبان کو استعمال فرمایا۔ براہین احمدیہ کی عظیم المرتبت جلدوں کی تصنیف سے لیکر (آخری) تصنیف تک ایک مواج دریائے تصنیف و تالیف رواں نظر آتا ہے۔ آپ کی شخصیت ایک حشر خیز شخصیت تھی۔ دوست و دشمن نے اس امر کا اقرار کیا ہے۔ اُردو زبان آپ کے روحانی معجزات کا آئینہ بنی، قادیان (پنجاب) نہ صرف (دین) کی نشأۃِ ثانیہ کا مرکز بنا بلکہ وہ اُردو تصنیف و تالیف، تحقیق و تنقید، اشاعت صحافت کا ایک اہم مصدر بن گیا۔ تفسیر قرآن اور.......... علم الکلام کے لحاظ سے قادیان ایک بے مثل عالمی مرکز بن گیا۔ دین و دانش علم الالسنہ اور علم الکلام (فلسفہ والہیات، اخلاقیات و روحانیت، تقابلی دینیات، تاریخ، سیاسیات و اقتصادیات، علم المدن و عمرانیات وغیرہ پر اہل قلم حضرات نے بہ کثرت کتابیں اُردو میں لکھیں۔ ان سب کا منبع و مخزن بھی قادیان تھا۔ جس طرح تحریک ولی اللّٰہی نے اُردو کے لئے آب بقا کا کام کیا ہے اُسی طرح تحریکِ احمدی نے اُردو کو آب حیات بخشا۔ نمایاں فرق آخر الذکر کی وُسعت اور اہمیت کا ہے۔ افسوس ہے کہ اب تک تاریخ اُردو زبان و ادب کے محققین نے ان دونوں میں سے کسی کا حق ادا نہیں کیا۔ اور تحریک احمدیہ کی لسانی اور

ادبی خدمات کے سلسلہ میں تو خطرناک تعصب سے کام لیا گیا ہے۔ بااین ہمہ حقیقت کا چھپانا ناممکن ہے۔

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما!

حضرت میرزا غلام احمد علیہ السلام سُلطان القلم تھے اور آپ کے فرزند ارجمند بہ ہر جہت حسن و احسان میں آپ کے نظیر تھے۔ حضرت مرزا محمود احمد بھی اُردو کے صاحبِ فکر و طرز مصنّف تھے اور آپ کی شخصیت و انفرادیت بھی مسلم ہے۔ فکر و بصیرت کے ساتھ ساتھ فطرت نے آپ کو ذوقِ سلیم اور لطافت و نفاست کی دولت بھی عطا کی ہے۔ آپ کی تصنیفوں میں منطق و استدلال، وجدان و عرفان اور حُسنِ بیان کی پُر تاثیر ترکیب ملتی ہے۔ اور دل و دیدہ کو مسرور کرتی ہے۔

حضرت مرزا محمود احمد کی مصنفات کا دائرہ نہایت وسیع اور حیرت آفرین ہے۔ آپ نے اخلاقیات و روحانیات کے مختلف پہلوؤں پر بصیرت افروز کتابیں لکھیں اور آپ ہی کے عقدہ کشا قلم نے عمرانیات، سیاسیات اور اقتصادیات کے پیچیدہ مسائل کی گرہیں بھی کھولی ہیں۔ آپ شاعر اور ادیب بھی تھے اور مترجم و مفسرِ قرآن بھی نیز آپ اعلیٰ درجہ کے مقرر اور خطیب تھے۔ آپ کی تقریریں اور خطبات بھی منظّم و مرتب کتابوں کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔

حضرت مرزا محمود احمد کو لڑکپن سے ہی مطالعہ کتب کا شوق تھے۔ دینی کتابوں کے ساتھ ساتھ آپ کثرت سے اُردو کی ادبی و علمی کتابیں بھی پڑھا کرتے تھے۔ اُردو ناولوں، افسانوں، انشائیوں، نظموں، غزلوں اور دوسری اصنافِ سخن کا مطالعہ بھی آپ نے فرمایا۔ اُردو کی کتابوں کے علاوہ آپ انگریزی زبان میں شائع ہونے والی اعلیٰ درجہ کی علمی اور سائنسی کتب کا مطالعہ بھی فرماتے رہے۔ آپ کے علمی تبحّر کا کچھ تجربہ مجھے بھی ہے۔ اگر ایک طرف منازل سلوک کے راز داں تھے تو دوسری جانب آپ معاشی، احسائیات سے بھی باخبر ہیں۔ آپ نے علمِ زراعت اور ثمر کاری پر بھی معیاری کتابیں پڑھیں۔ اور اقتصادیات و سیاسیات پر بھی۔ آپ تنظیم جماعت، اجتماعی و انفرادی نفسیات، فلسفۂ قیادت اور تربیت جماعت کے ماہر تھے۔ دینیات کے مختلف شعبوں کا مطالعہ آپ نے اجتہادی رنگ میں فرمایا۔ آپ کی نکتہ رسی، بصیرت اور عرفان کی نور افشانیوں کا یہ عالم تھا کہ آپ کی مصنفات و تحقیقات کا قاری نہ صرف وجد کرنے لگتا ہے بلکہ خود اس کی ذہنی بینائی اور فکری بصیرت بڑھ جاتی ہے اور اس کا ذہن و دماغ نکتہ رس و معنی آفرین بن جاتا ہے۔

میں ۱۹۴۳ء کے اکتوبر میں قادیان گیا۔ اُن دنوں قومی تحریک کے تحت جمشید پور کے کارخانہ آہن میں بڑی لمبی اسٹرائک (Strike) ہوئی تھی۔ مَیں نے آپ سے تذکرہ کیا کہ غالباً یہ ہندوستانی فیکٹریوں کی سب سے بڑی اور طویل اسٹرائیک تھی۔ آپ وقارِ عمل کی قیادت سے واپس ہوتے ہوئے گول کمرے کے پہلو سے (البیت) مبارک کی سیڑھیوں پر چڑھ رہے تھے۔ فرمایا۔ نہیں بمبئی، احمد آباد اور پونا کے کپڑے کے کارخانوں میں اس سے طویل تر اسٹرائیک ہو چکی ہے۔ مَیں ایک روحانی پیشوا کی اس واقفیت سے ششدر رہ گیا۔ میں ان دنوں اشتراکیت و اشتمالیت کا گہرا مطالعہ کر رہا تھا اور میرے ذہن

میں.......معاشی نظام کے متعلق الجھنیں پیدا ہونے لگی تھیں۔ میں مختلف فرقوں کے مسلمان علماء سے تبادلہ خیالات کر کے ناآسودہ لوٹ چکا تھا۔ احمدی بھی قادیان میں (دینی) اور اشتمالیت کے تقابلی مطالعہ کے باب میں میری تسلّی نہیں کر سکتے تھے مَیں نے حضرت مرزا محمود خلیفۃ المسیح ......کا دروازہ ڈرتے ڈرتے کھٹکھٹایا۔ حضور نے بندہ نوازی فرمائی اور آدھ گھنٹے کی گفتگو سے میرے ذہن کے تاریک گوشے روشن ہوگئے اور دل کی بند کھڑکیاں کھل گئیں۔ میری بصیرت اُس وقت اور بڑھ گئی جب اس تاریخی ملاقات کے بعد حضور کی دو معرکۃ الآراء کتابیں ''نظامِ نَو'' اور ''اسلام کا اقتصادی نظام'' شائع ہوئیں۔

مجھے دینی موضوعات بالخصوص سیرت پاک حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر تقریر و تحریر کی سعادت گاہ بگاہ نصیب ہوتی رہی ہے۔ اس سلسلہ میں جب بھی میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی......کی تصنیفوں سے کسبِ نور کیا۔ میرے دیدہ و دل منور ہوگئے۔ اور بخدا مجھے نئے نئے نکتے اور تازہ معانی کی دولت حاصل ہوئی اور میرے دماغ میں ایسی توانائی پیدا ہوئی کہ وہ خود نکتہ رس اور معنی آفرین بن گیا۔ میرے دین و دانش کی پرورش و تربیت میں حضرت مرزا محمود احمد..........کی مصنفات کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ میں اپنے عزیز نوجوانوں کو کہتا رہتا ہوں کہ اگر تم دنیاوی علوم میں بھی آگے بڑھنا چاہتے ہو اور ذہن و دماغ کا کلچر چاہتے ہو تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی..........کی کتابیں پڑھا کرو۔ روح و جان کی ربوبیت کے ساتھ ساتھ ذہن و دماغ کی پرورش کے لئے یہ تصنیفیں سرچشمہِ فیض ہیں۔ حضرت مسیح موعود کی کتابیں بحرِ بیکراں ہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی..........کی کتابیں علوم کی نہریں ہیں۔ شاخ در شاخ، شعبہ در شعبہ، مربوط، منظم، سہل، رواں۔ ان کا مصدر و منبع وہی دریائے فیض ہے۔ مسیح محمدیؑ کے اناجیل عصر اور یہ انجیلیں اوقیانوس قرآن سے فیض یاب و شاداب ہیں۔ **اللھم صلی علیٰ محمد و علیٰ آل محمد۔** آمین! اللّٰھم آمین۔

اس مختصر مقالہ میں حضرت مرزا محمود احمد کی مصنفانہ حیثیت کا سرسری جائزہ بھی نہیں لیا جاسکتا یہ تو محض ایک تعارف ہے۔ اس موضوع پر ایک تحقیقی و تنقیدی کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ آپ کے موضوعاتِ تصنیف کی گونا گونی اور تنوع تو اس امر کا متقاضی ہے کہ آپ کے ہر شعبۂ تصنیف و تحقیق پر ایک مبصرانہ کتاب لکھی جائے۔ انشاء اللہ آپ کی کتب مستقبل کے عظیم الشان علوم اسلامی بنیادیں بنیں گی۔ ہر نہر سے ایک دجلۂ برکت و کثرت رواں ہوگا اور محمدی چشمۂ کوثر کی پہنائی عالمگیر ہوجائے گی۔

میں حضرت مرزا محمود احمد کی مصنفات کو مختلف شعبوں میں تقسیم کرنے کی کوشش کرتا ہوں اس سلسلہ میں ایک حقیقت واضح ہے کہ آپ کی تصنیفوں کی ہمہ گیر فضا (دین حق سے تعلق رکھتی) ہے اسلام اور مسلم مسائل نے آپ کو آمادۂ تصنیف کیا ہے۔ میں سب سے پہلے اُن تصنیفوں کا تذکرہ کروں گا جو تاریخی، سیاسی، عمرانی یا اقتصادی ہیں۔ مثلاً ''اسلام میں اختلافات کا آغاز''، ''ترک موالات اور احکام اسلام''، ''نہرو رپورٹ پر تبصرہ''، ''ہندوستان کا دستور اساسی''، ''وفاقی نظام''، ''نظامِ نَو''، ''اسلام کا اقتصادی نظام''، ''ملکیت زمین''، فی الحال ان سب کتابوں پر علیحدہ علیحدہ تبصرہ کرنے کا موقعہ نہیں۔ میں صرف ان کی مشترک

خصوصیات کا ذکر کروں گا۔ موضوعات و مسائل پر عالمانہ نظر، مدلّل طرز بیان، سچائی، صفائی، روانی، اخلاص، متانت، قوت و استحکام، ذہانت، تضاد یا الجھاوئے سے پاکی، دُور بینی، ہمدردی، صلح جوئی، انسانیت دوستی اور خداترسی ان تصنیفوں کی اقدار مشترک ہیں۔ فرقوں کے درمیان امن کی تلاش اور تاریخ اسلام کے بنیادی مسائل کی حقیقت پسندانہ اور صلح جویانہ تعبیریں ہمیں ''اسلام میں اختلافات کا آغاز'' میں ملتی ہیں۔ ''ترک موالات اور احکام اسلام، نہرو رپورٹ پر تبصرہ'' اور ہندوستان کا دستور اساسی، سیاسی بصیرت کے ساتھ ساتھ ملک وملت کے لئے گہری دردمندی اور ہندو مسلم اتحاد کے جذبہ صادق کی آئینہ دار ہیں۔ کاش خودغرض اور طاقتور دنیادار کبر کثرت اور حرص دولت میں عقل سلیم اور انسانیت کو طلاق نہ دے بیٹھتے۔

نظامِ نَو اور اسلام کا اقتصادی نظام ایک سلسلہ کی دو اہم کڑیاں ہیں۔ تیسری کڑی ملکیتِ زمین ہے ان کتابوں کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے ہوگا کہ یہ بیک وقت سرمایہ دارانہ اقتصادی نظام اور اشتمالی نظامِ معاش وحیات پر تنقید کرتے ہوئے دینی اقتصادیات کی وضاحت کرتی ہیں اور اسلام کے نظامِ دین و دنیا کی ہمہ جہتی تصویر پیش کرتی ہیں۔ یہ مصنّفات دینی اقتصادی عہد نامہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان میں متین مگر توانا استدلال، تاریخ اور علم النفس سے واقفیت، عالمی اقتصادیات سے گہری باخبری، قرآنی علوم کا عرفان اور صداقت و برکت اسلام پر اٹل ایمان کی جلوہ گری ملتی ہے۔ ان سے ہمارے ذہن کی تشنگی بھی دُور ہوتی ہے اور دل کی پیاس بھی۔

حضرت مکرم کی تصنیفوں کا ایک سلسلہ دعوت الامیر، تحفہ شہزادہ ویلز، مسیح موعود کے کارنامے، خلافت اور احمدیت یعنی (دین حق) سے مرتب ہوتا ہے۔ دلائل و براہین، خلوص وصداقت، رُشد و ہدایت وسعتِ نظر، تحقیق جدید اور بلندی فکر سے ان مصنفات کی ترکیب ہوتی ہے۔ (دین حق) کی نشاۃ ثانیہ کے متعلق یہ تعمیری کتابیں ہمیشہ معیار اور مینار ہدایت کا کام دیں گی۔

حضرتِ محمود.......... کی تصنیفوں کا ایک اور زرّیں سلسلہ مندرجہ ذیل تابناک کڑیوں سے بنا ہے۔ ملائکۃ اللہ، ذکر الٰہی، تقدیر الٰہی، انقلاب حقیقی، منہاج الطالبین اور سیر روحانی کی جلدیں۔ یہ کتابیں اخلاقیات، روحانیات اور الٰہیات کے چاند تارے ہیں۔ ارتقائے عالم وآدم، ذکر وفکر، حقیقتِ ملائکہ، مسئلہ تقدیر وتدبیر، علم الٰہی، جزاوسزاء، تربیتِ نفس وروح، تزکیہ قلب، عظمتِ قرآن، حکمتِ شریعت، اسلامی تصوّف، محبت الٰہی اور معراج روحانی کے مسائل کے نظری اور عملی پہلوؤں پر ان کتابوں نے ایسی مجلّٰی و مصفّٰی روشنی ڈالی ہے کہ ذہن وروح کی آنکھوں کے سامنے حقائق اور طمانیت کا ایک عالم نَو جھلک اُٹھتا ہے۔ منازل سلوک طے کر کے قُرب الٰہی حاصل کرنے کے وسائل ہمیں ان رہنما کتابوں کے اوراقِ ضیاء بار میں ملتے ہیں۔ سیر روحانی کی جلدیں عصر نَو کی فتوحاتِ مکیہ کے مقام پر ہیں۔ کئی جہتوں سے سیرِ روحانی شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی کی گرانقدر تصنیف سے زیادہ قیمتی کتاب ہے۔ اس کی افادیت اور بصیرت افروزی عصری تقاضوں کو بہتر طور پر پورا کرتی ہے۔

حضرت مرزا محمود احمد.......... کے تصنیفی کارناموں میں گلِ سَر سبد تفسیر صغیر اور تفسیر کبیر کی تابناک جلدیں ہیں۔ یہ

تفسیریں سراج منیر ہیں۔ ان سے قرآن حکیم کی حیات بخش شعاعوں کا انعکاس ہوتا ہے۔ تفسیر قرآنی کی یہ دولتِ سرمدی دنیا اور عقبیٰ کے لئے لاکھوں سلطنتوں اور ہزاروں جنتوں سے افضل ہے۔

علوم قرآنی کے گہر ہائے آبدار کان معانی ومعدنِ عرفان سے نکالے گئے ہیں۔ خواص معارف پر فدا ہونے کو جی چاہتا ہے۔ ان تفسیروں کی خوبیاں بیان کرنے کے لئے ایک دفتر چاہئے۔ میں اس سلسلے میں ایک واقعہ کا ذکر کئے دیتا ہوں۔ میں نے یکے بعد دیگرے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی.......... کی تفسیر کبیر کی چند جلدیں پروفیسر عبدالمنان بیدل سابق صدر شعبہ فارسی پٹنہ کالج، پٹنہ وحال پرنسپل شبینہ کالج پٹنہ کی خدمت میں پیش کیں۔ وہ ان تفسیروں کو پڑھ کر اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے مدرسہ عربیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے شیوخ کو تفسیر کی بعض جلدیں پڑھنے کے لئے دیں اور ایک دن کئی شیوخ کو بلوا کر انہوں نے ان کے خیالات دریافت کئے۔ ایک شیخ نے کہا کہ فارسی تفسیروں میں ایسی تفسیر نہیں ملتی۔ پروفیسر عبدالمنان صاحب نے پوچھا کہ عربی تفسیروں کے متعلق کیا خیال ہے۔ شیوخ خاموش رہے۔ کچھ دیر کے بعد ان میں سے ایک نے کہا پٹنہ میں ساری عربی تفسیریں ملتی نہیں ہیں۔ مصروشام کی ساری تفاسیر کے مطالعہ کے بعد ہی صحیح رائے قائم کی جاسکتی ہے۔ پروفیسر صاحب نے قدیم عربی تفسیروں کا تذکرہ کرنا شروع کیا اور فرمایا۔ ''مرزا محمود کی تفسیر کبیر کے پایہ کی ایک تفسیر بھی کسی زبان میں نہیں ملتی۔ آپ جدید تفسیریں بھی مصروشام سے منگوا لیجئے اور چند ماہ بعد مجھ سے باتیں کیجئے'' عربی وفارسی کے علماء مبہوت ہوگئے۔

میری ناچیز رائے میں تفسیر کبیر مندرجہ ذیل خوبیوں کی حامل ہے۔ ان میں قرآن حکیم کے تسلسل، ربط، تنظیم، ترتیب، تعمیر اور سورتوں کے موضوعات و معانی کی ہم آہنگی کو صاف، روشن و مدلل طور پر ثابت کیا گیا ہے۔ قرآن مجید صرف ایک سالکِ مردار یدنہیں بلکہ یہ ایک روحانی قصر الحمراء ہے۔ ایک زندہ تاج محل ہے۔ اس کے عناصرِ ترکیبی کے حُسن کا راز نظم وضبط۔ اس کے تراشیدہ ایجاز بیان، اس کی معجزانہ صنعت گری، اس کی گہری وسیع اور بلند معنی آفرینی اور اس کے غیر مختتم خزینہ علم و عرفان کا شعور تفسیر کبیر کے مطالعہ سے حاصل ہونے لگتا ہے۔ قرآن حکیم کے اس مقام عظیم کی دریافت دراصل مجدّدِ عصر ظلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی دریافت ہے۔ انگریز مصنف وادیب کارلائل نے قرآن مجید کے محاسن کو تسلیم کرنے کے باوجود یہ بات کہہ دی تھی کہ ''قرآن ایک خوبصورت مگر بے ربط بیان ہے''؟

"It is a beautiful Jarjon"

حضرت مرزا محمود نے نہایت لطیف وبلیغ انداز میں اس امر کو درجہ یقین تک پہنچا دیا کہ قرآن مجید ایک کتاب عظیم ہے اور اس کے ابواب وعناصر، اس کی سورتیں اور آیات گلِ دمیدہ کی طرح، حُسن یوسفؑ کی مانند، نظامِ شمسی کی مثال مربوط، منظّم، متناسب، ہم آہنگ اور حسین ہیں۔

تفسیر کبیر کی یہ خصوصیت بھی ہے کہ اُس میں انسانی تقاضوں، ضرورتوں اور مسئلوں سے وابستہ بکثرت نئے مضامین،

نکتے اور تفصیلیں ملتی ہیں اور ہمارے روح و ذہن کی تشنگی بجھاتی ہیں۔ ہر سورۃ، ہر پارہ کی تفسیر میں معارف اور علوم کا دریائے رواں جوش مارتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس کے ذریعہ نئے علوم اور نئے مسائل پر گہری تنقیدیں ملتی ہیں اور اسلامی نظریوں کا اتنا تسلی بخش اظہار و بیان ملتا ہے کہ آخر الذکر کی برتری ثابت ہو جاتی ہے۔

تفسیر کبیر میں قصص قرآنی کی عارفانہ تعبیریں اور تفصیلیں ملتی ہیں۔ علم وحکمت، روحانیت وعرفان نکتہ دانی وضاحت کی تجلیاں شکوک وشبہات کے خس وخاشاک کو دور کر کے تفہیم وتسکین کی راہیں صاف روشن کر دیتی ہیں۔ تاریخ عالم، قوموں کے عروج وزوال، اسباب زوال، سامان عروج، نفسیاتِ اجتماعی، فرد وجماعت کے روابط اور بندے کے اللہ سے تعلق کی اعلیٰ تحقیق وتوضیح ملتی ہے۔

معجزات، پیشگوئیوں، انبیاء وغیر انبیاء کے خوابوں، رموز واستعارات قرآنی ومقطعات کی حقیقی، حکمتی اور ایمان افروز تعبیروں سے تفسیر کبیر کے اوراق تابناک ہیں۔

اس عظیم تفسیر میں تعلیماتِ اسلامی کا فلسفہ نہایت عمدہ طور پر پیش کیا گیا۔ دوسرے مذاہب کی تعلیموں اور معروف فلسفوں سے موازنہ ومقابلہ بھی عالمانہ اور منصفانہ رنگ میں کیا گیا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی پُرشوکت فضیلت سے دل کو طمانیت، راحت وتسکین ملتی ہے اور ذہن کو رفعت حاصل ہوتی ہے۔ اس تفسیر کا اندازِ نظر عصری اور سائنسی بھی ہے۔ فلسفیانہ اور حکمتی بھی اور وجدانی وعرفانی بھی۔

اِس تفسیر اکبر کے عالم علم وعرفان کی تجلیات بیان کرنے کے لئے دفتر در دفتر چاہئے۔ یہ تفسیر ملّتِ .... کی بے بہا دولت ہے۔ قرآن حکیم کی اس تفسیر سے (ملّت) کا مستقبل وابستہ ہے۔

میں اب حضرت مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی .... کی ادبیّت کے متعلق کچھ عرض کرنی چاہتا ہوں۔ ہر چند کہ آپ کے مصنفات علمی ہیں تاہم ان کی ادبیت بھی مسلم ہے۔ ادب عالم میں بہت سی ایسی شخصیتیں نظر آتی ہیں جنہوں نے علمی موضوعات کے لئے ادبی طرز استعمال کی۔ ان کے موضوع کی اہمیت کے ساتھ ساتھ ان کے اسلوب بیان کا حسن بھی دلکش ہے۔ برگستان فرانس کا بڑا فلسفی تھا۔ اس کی خوبصورت اور پُراثر نثر جاذب دل ونگاہ ہے۔ اسی طرح میکالے، گبن، چرچل، شبلی اور ابوالکلام وغیرہ کے مضامین تاریخی، عمرانی یا مذہبی تھے لیکن اُن کے اسالیب اور حُسن اظہار نے ان اہل قلم حضرات کی ادبیّت تسلیم کروا ہی لی۔

حضرت مرزا محمود کی پُرقوت، حسین واثر خیز نثر اُردو ادب میں ہمیشہ یاد کی جائے گی۔ ابھی تک اہل ادب نے آپ کی انشاء کے حُسن وتوانائی کی طرف پوری توجہ نہیں کی ہے۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ حضرت صاحب کا کوئی مضمون رسالہ شہکار لاہور میں چھپا تھا۔ صاحب مضمون کے متعلق کچھ پردگی تھی۔ مولانا تاجور نجیب آبادی نے اداریہ میں لکھا:۔

من اندازِ قدت را می شناسم به ہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش

حضور کا ایک علمی مقالہ علم الالسنہ، رسالہ نیرنگ خیال لاہور میں شائع ہوا۔ اس مقالہ نے علمی وادبی دنیا کو زور سے چونکا دیا تھا۔ لیکن ابھی تک حضرتِ مرزا محمود............ کی ادبی حیثیت متعین نہیں کی گئی۔ میں آپ کے بلند ادبی مقام پر تھوڑی روشنی ڈالنے کی کوشش کرتا ہوں۔ دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام سلطان القلم اور اُن کے عظیم الشان خلفاء کی ادبی حیثیت پر تحقیق کا کام ہمارے علمی وادبی اداروں میں ہونا چاہئے۔ میں کئی سال سے کوشاں ہوں کہ کسی صاحب نظر نوجوان کو اس کام پر لگاؤں اور اُس خوش توفیق سے پی۔ ایچ۔ ڈی ڈگری کیلئے مقالہ لکھواؤں۔ اللہ تعالیٰ میری اس خواہش کو پورا کردے۔ اللّٰھم آمین۔

ادبیت بغیر ذوق جمال کے جلوہ آراء نہیں ہوسکتی۔ حضرتِ مرزا محمود............ کو اللہ تعالیٰ نے ذوق جمال نمایاں طور پر عطا کیا تھا۔ آپ لطیف الخیال اور دردمند دل رکھنے والے شاعر بھی تھے۔ کلام محمود کی صوفیانہ غزلیں اور نظمیں حُسن وتاثیر کا نمونہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے برلاسی اور تیموری مغلوں کو ذوقِ حُسن بکثرت بخشا تھا۔ مغل عمارات اور باغات اس برصغیر کے چپہ چپہ میں مغل ذوق کی حسین یادگاریں ہیں۔ حضرتِ مرزا محمود............ کو بھی یہ ذوق ورثہ میں ملا تھا۔ آپ کو تعمیر، باغ کاری اور چمن اندازی کا بڑا شوق وذوق تھا۔ اور ان فنکاریوں کا جبلّی ملکہ آپ کو حاصل تھا۔ قادیان کی مقدس سرزمین اس کی گواہی دے رہی ہے۔

.... سلطان القلم حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کا شاعرانہ اور ادبی ذوق بھی حضرت مرزا محمود............ کو وراثت میں ملا۔ اور حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم...... کی طرف سے اُردو کے صاحب طرز وتجربہ شاعر خواجہ میر درد دہلویؒ کی شعریت وصوفیت بھی آپ کو ملی۔ زندگی اور فن میں وراثت وماحول کی بڑی اہمیت ہے۔ لیکن تحقیقی صلاحیت کا بڑا حصہ انفرادی ودیعت ہے۔

ہر کہ بخشند خدائے بخشندہ

حضرتِ مرزا محمود............ کی صورت، گفتگو، رہائش اور لباس میں بھی حُسن کا جلوہ یا جمال کی کوئی ادا تابناک ہوتی تھی۔ آپ کا قیافہ جمالیاتی تھا۔ حضور کو عطریات کا نفیس شوق تھا۔ اور آپ عطر سازی کا ملکہ بھی رکھتے تھے۔ حضور کی روحانی شخصیت نے بھی آپ کے شعری ونثری کلام کی تاثیر میں اضافہ کیا۔ آپ کی شخصیت آپ کے فن میں تاباں ہے۔

کلام محمود کی دلربا شاعری اپنی سادگی، درد وگداز، فصاحت اور فطری وپُر تاثیر اندازِ اظہار کی وجہ سے نہایت اہمیت رکھتی ہے۔ اس کا فکری، اصلاحی اور پیامی پہلو اسے اور گرانقدر بناتا ہے۔ بعض نظمیں اور غزلیں تو دل وروح کو، وجد وحال کے عجیب عالم میں لے آتی ہیں۔ مثلاً:۔ ع

میں تمہیں جانے نہ دوں گا۔ میں تمہیں جانے نہ دوں گا
کیا محبت جائے گی یوں
کیا پڑا رووٴں گا میں خوں
یاد کر کے چشمِ مئے گوں
میں تمہیں جانے نہ دوں گا۔ میں تمہیں جانے نہ دوں گا
اور نوجوانانِ جماعت مجھے کچھ کہنا ہے۔

حضرتِ مرزا محمود............کی شاعرانہ حیثیت ایک علیحدہ مقالہ کی متقاضی ہے۔ میں نے یہاں اس کا اس لئے ذکر کیا تا کہ آپ کے ذوق جمال اور سرمایہ وجدان کا کچھ اندازہ ہو سکے۔ اسی ذوق وشوق نے اسی سیلانِ حُسن کاری نے آپ کی نثری تصنیفوں کو بھی متاثر کیا ہے۔

حضرتِ مرزا محمود............کی طرز نگارش کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ موضوعِ سخن کے مطابق ہے۔ عملی مضامین کے لئے سجدہ، متین، مدلل، سلیس اور رواں اسلوبِ بیاں پُر تاثیر وحسن آفرین ہوتا۔ آپ کے اسلوب میں یہ خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ عام فہم، فصیح اور پُر وقار طرز نگارش کلام کو دلنشیں بنا دیتی ہے۔ لیکن آپ کے اسالیب میں موزوں لچک داری بھی ملتی ہے۔ اسالیب کے متناسب رائے، رنگ ونور، لب ولہجہ وآہنگ بڑی موزونیت اور خوبصورتی سے اُبھرتے ہیں۔ آپ کی عبارتوں کا ترنم نثری بھی نہایت خوش آئند اور خوش تاثیر ہے۔ میں چند مثالیں پیش کر کے مندرجہ بالا نکات کی وضاحت کروں گا۔ ملاحظہ ہو:۔

”دعاؤں کی قبولیت اور نصرت الٰہیہ کے معاملہ میں بھی حضرت اقدسؑ کا فیض جاری ہے۔ اور آپ کے ذریعہ سے زندہ ہونے والے لوگ اس زندگی بخش طاقت کو اپنے اندر محسوس کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس جماعت کے اکثر افراد کی دعائیں دوسرے لوگوں سے زیادہ سنتا ہے۔ اور اپنی نصرت اُن کے لئے نازل کرتا ہے۔ اور اُن کے دشمنوں کو ہلاک کرتا ہے اور اُن کی محنتوں کے اعلیٰ ثمرات پیدا کرتا ہے۔ اور ان کو اکیلا نہیں چھوڑتا اور ان کے لئے غیرت دکھاتا ہے۔

غرض حضرت اقدس نے نہ صرف مردے ہی زندہ کئے بلکہ ایسے لوگ پیدا کر دیئے ہیں جو خود بھی مُردے زندہ کرنے والے ہیں اور یہ کلام سوائے ان بزرگ انبیاء کے جو اللہ تعالیٰ کے خاص پیارے ہوتے ہیں اور کوئی نہیں کر سکتا اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ یہ سب فیض آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا۔ اور آپ کا کام درحقیقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی کام تھا۔“ (دعوۃ الامیر صفحہ ۲۷۴۔۲۷۵)

ایک اور حوالہ ملائکۃ اللہ سے پیش کرتا ہوں:۔

''قرآن نے مومن کا یہی کام مقرر نہیں فرمایا کہ وہ آپ اُڑے بلکہ یہ کام مقرر کیا ہے کہ وہ آپ بھی اُڑے اور دوسروں کو بھی اُڑائے۔ قرآن نے تمہیں چڑیا اور طوطے کی طرح نہیں بنایا بلکہ ایروپلین بنایا ہے تا کہ آپ بھی اُڑو اور دوسروں کو بھی اُڑاؤ۔'' (صفحہ ۳۰)

حضرتِ مرزا محمود............ کی ایک نمایاں اور گراں بہا خصوصیت یہ ہے کہ آپ سادہ اور عام فہم رنگ میں بڑے گہرے معارف بیان فرما جاتے ہیں۔ آپ کے کلام میں فکر کو مہمیز کرنے والی قوت کے ساتھ دل کو گداز اور گرم کرنے والی توانائی بھی پائی جاتی ہے۔ کہیں لطافت اور نفاست دامن دل کھینچتی ہے اور کبھی جمال و رفعت کبریائی کا نظارہ دکھاتی ہے۔ آپ سلیقے اور قرینے سے تشبیہات و استعارات بھی استعمال کرتے ہیں۔ بلاغت کی دوسری صنعتیں بھی موزونیت سے برتی جاتی ہیں۔ لیکن آرائش کلام یا سخن سازی کی مصنوعی اور گراں بار کوششیں کہیں نہیں ملتیں۔ میں سیرِ روحانی سے چند مثالیں پیش کرتا ہوں:۔

''............ہم تینوں اوپر چڑھے اور آخر ایک عمارت کی زمین پر پہنچے جو ایک بلند ٹیکرے پر بنی ہوئی تھی۔ جہاں سے ساری دہلی نظر آتی تھی۔ اس کا قطب اس کا پرانا قلعہ، نئی اور پرانی دہلی اور ہزاروں عمارات اور کھنڈر چاروں طرف سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھ رہے تھے اور قلعہ اُن کی طرف گھور رہا تھا۔ میں اس جگہ پہنچ کر کھڑا ہو گیا۔ اور پہلے تو اس عبرتناک نظارہ پر غور کرتا رہا کہ یہ بلند ترین عمارت جو تمام دہلی پر بطور پہرہ دار کھڑی ہے اس کے بنانے والے کہاں چلے گئے وہ کس قدر اولوالعزم کس قدر باہمت اور کس قدر طاقت و قوت رکھنے والے بادشاہ تھے جنہوں نے ایسی عظیم الشان یادگاریں قائم کیں وہ کس شان کے ساتھ ہندوستان میں آئے اور کس شان کے ساتھ یہاں مرے مگر آج ان کی اولادوں کا کیا حال ہے۔ کوئی ان میں سے بڑھئی ہے، کوئی لوہار ہے، کوئی معمار ہے، کوئی موچی ہے اور کوئی میراثی ہے۔ میں انہی خیالات میں تھا کہ میرے خیالات میرے قابو سے باہر نکل گئے اور میں کہیں کا کہیں جا پہنچا۔'' (صفحہ ۱۱)

''............آخر وہ سب ایک اور نظارہ کی طرف اشارہ کر کے خود غائب ہو گئے۔ میں اس محویت کے عالم میں کھڑا رہا، کھڑا رہا اور کھڑا رہا اور میرے ساتھی حیران تھے کہ اس کو کیا ہو گیا۔ یہاں تک کہ مجھے اپنے پیچھے سے اپنی لڑکی کی آواز آئی کہ ابا جان دیر ہو گئی ہے میں اس آواز کو سن کر پھر واپس اسی مادی دنیا میں آ گیا۔ مگر میرا دل اس وقت رقت انگیز جذبات سے پُر تھا، نہیں وہ خون ہو رہا تھا اور خون کے قطرے اس سے ٹپک رہے تھے۔ مگر اس زخم

میں ایک لذت بھی تھی اور وہ غم سرور سے ملا ہوا تھا۔ میں نے افسوس سے اس دنیا کو دیکھا اور کہا کہ میں نے پالیا، میں نے پالیا۔ جب میں نے کہا کہ میں نے پالیا، میں نے پالیا تو اس وقت میری وہی کیفیت تھی جس طرح آج سے دو ہزار سال پہلے گیا کے پاس ایک بانس کے درخت کے نیچے گوتم بدھ کی تھی جبکہ وہ خدا تعالیٰ کا قرب اور اس کا وصال حاصل کرنے کے لئے بیٹھا اور وہ بیٹھا رہا اور بیٹھا رہا یہاں تک کہ بدھ مذہب کی روایات میں لکھا ہے کہ بانس کا درخت اس کے نیچے سے نکلا اور اس کے سر کے پار ہو گیا مگر محویت کی وجہ سے اس کو اس کا کچھ پتہ نہ چلا۔''

(صفحہ ۱۱-۱۲)

''..........اس سوال کے پیدا ہوتے ہی وہ تمام نظارے جو میری آنکھوں کے سامنے تھے غائب ہو گئے۔ اور ایک اور نظارہ میری آنکھوں کے سامنے آ گیا اور ایک نئی دنیا میری آنکھوں کے سامنے آہستہ آہستہ گذرنے لگ گئی۔ میں اس نئی دنیا کے آثار قدیمہ کو دیکھنے میں مشغول ہوا تو میں نے ایسے ایسے عظیم الشان آثار قدیمہ دیکھے جو ان آثار قدیمہ سے بہت زیادہ شاندار تھے۔ جن کے خیال میں میرا دل محو تھا۔ بلکہ ایک فوق العادت کارنامہ آثار قدیمہ کی دریافت کا میرے سامنے آ گیا۔ ایک بڑا جنتر منتر جس کا اندازہ لگانا بھی انسانی طاقت سے بالا ہے۔ میری آنکھوں کے سامنے پیدا ہوا۔ بڑے بڑے غیر معمولی خوبصورتیوں والے باغات، عدیم المثال نہریں، بے کنار سمندر، عالی شان قصر، ان کے لنگر خانے، دیوان عام، دیوان خاص، بازار، کتب خانے، دفتر، بے انتہا بلند مینار اور غیر محدود وسعت والی مسجد، دلوں کو دہلا دینے والے مقبرے اور مسمار شدہ یادگاریں ایک ایک کر کے میری نگاہوں کے آگے پھرنی شروع ہوئیں اور میں نے کہا اُف میں کہاں آ گیا۔ یہ چیزیں میرے پاس ہی موجود تھیں۔ تمام دنیا کے پاس موجود ہیں۔ لیکن دنیا اُن کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتی اور بچوں کی طرح کھلونوں کے پیچھے بھاگتی پھرتی ہے۔ میرا دل خون ہو گیا۔ اپنی بے بسی پر کہ میں یہ چیزیں دنیا کو دکھانے سے قاصر ہوں۔ میرا دل خون ہو گیا دنیا کی بے توجہی پر مگر میرا دل مسرور بھی تھا اس خزانے کے پانے پر، ان امکانات پر کہ ایک دن میں یا خدا کا کوئی اور بندہ یہ مخفی خزانے دنیا کو دکھانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اور میں نے جب ان چیزوں کو دیکھا تو بے اختیار یہ الفاظ میری زبان پر جاری ہوئے کہ میں نے پالیا۔ میں نے پالیا۔ ہاں ہاں یہ یقینی بات ہے کہ تغلق کے قلعہ میں مَیں نے ایک اور دنیا کو پالیا۔ ایک بالا دنیا، ایک بالا طاقت کے نشانات اور پہلے اس دنیا سے کھویا گیا۔ پھر میں نے ایک اور دنیا کو جو اس سے کہیں زیادہ شاندار، کہیں زیادہ وسیع، کہیں زیادہ پائیدار اور پھر ایک لحاظ سے بوسیدہ کھنڈر اور تباہ حال تھی۔ دیکھا۔ اُسے پایا۔ اُس کی خستہ حالی پر میرا دل رویا۔ اس کی شان اور پائیداری سے

میرا دل مسرور ہوا۔" (سیر روحانی صفحہ ۱۵۔۱۶)

حضرتِ مرزا محمود کا اسلوب بیان سادگی کے باوجود نہایت پُر معنی و تاثیر ہوتا ہے۔ آپ لطیف و رفیع مضامین و نکات اُس زبان میں پیش کرتے ہیں جو سہل ممتنع ہے۔ آپ کی نثر میں پُر کاری و تصنع نام کو نہیں ہوتا۔

ایک فطری و معصوم دلکشی کے ساتھ فنی دل رُبائی کی جھلک ملتی ہے۔ ایک بڑے دریائے رواں کا جمال جلال کے ساتھ ہم آغوش پایا جاتا ہے۔ گہرائی، وسعت اور روانی کی حسین ترکیب ملتی ہے۔ طرز میں بڑا توازن بھی ہے۔ اور لچک داری بھی۔ آنچ اور آہنگ میں، مناسب تنوع بھی ملتا ہے۔ حاصل سخن پیش کرتے ہوئے یا تکمیل پیام کیوقت خطابت کا لُطف بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ آپ کے ہاں جذبہ و جوش کا اظہار بھی ہے مگر شعلگی جذبات اور وحشی آتش نفسی کہیں بھی نہیں۔ تخیل کی رفعتیں اور لطافتیں بھی ہیں، لیکن دور از کار نازک خیالی اور پیچیدہ نفاستیں نایاب ہیں۔

میں ختم کلام حسن کلام کی انتہا پر کرنا چاہتا ہوں۔ قرآن حکیم و مجید حُسن کا ایک معجزۂ مبین ہے اور حضرت مرزا محمود احمد............ کی تفسیر کبیر ایک ایسا آئینہ جمال ہے جسے ہم روحانی جام جمشید کہہ سکتے ہیں۔ اس کی معنی آفرینیوں اور نکتہ بیانیوں کو حُسن اظہار کا مجلّی و مصفّی اسلوب بھی حاصل ہے۔ تاثیرِ سخن اور گرمیٔ انجمن کی کوئی حد ہی نہیں۔ ایک انگریز شاعر کیٹس نے کتنا سچ کہا ہے۔

"صداقت حُسن ہے اور حُسن صداقت"

التفسیر کبیر صداقت کی حسین تعبیر و تشریح ہے۔ لہٰذا یہ ملت بیضا اور انسانیت عظمیٰ کیلئے "مسرت ابدی" کا سامان ہے۔ اس کے رنگ جمال کا ایک عکس دیکھئے:۔

سورۃ فاتحہ کے مضامین کا خلاصہ

"سورۃ فاتحہ کے مضامین میں جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے۔ قرآن کریم کے لئے بطور دیباچہ کے ہیں۔ قرآن کریم کے مضامین کو مختصر طور پر اس میں بیان کر دیا گیا ہے تاکہ پڑھنے والے کو شروع میں ہی قرآنی مطالب پر اجمالاً آگاہی ہو جائے۔ پہلے بسم اللہ سے شروع کیا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ (...) خدا تعالیٰ پر یقین رکھتا ہے۔ (بسم اللہ) وہ اس امر پر بھی یقین رکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ فلسفیوں کے عقیدہ کے مطابق صرف دنیا کے لئے علّت اولیٰ کا کام نہیں دے رہا۔ بلکہ دنیا کے کام اس کے حکم اور اشارے سے چل رہے ہیں۔ اس لئے اس کی مدد اور اعانت بندہ کے لئے بہت کچھ کار آمد ہو سکتی ہے۔ (بسم اللہ) وہ صرف ایک اندرونی طاقت نہیں ہے بلکہ وہ مستقل وجود رکھتا ہے اور اس کا مستقل نام ہے اور مختلف صفات سے وہ متصف ہے۔ (اللہ الرحمٰن الرحیم) وہ منبع ہے

سب ترقیات کا اور تمام سامان جن سے کام لیکر دنیا ترقی کر سکتی ہے، اسی کے قبضہ میں ہیں (الرحمٰن) اس نے انسان کو اعلیٰ ترقیات کے لئے پیدا کیا ہے۔ جب وہ اللہ کے پیدا کردہ سامانوں سے صحیح طور پر کام لیتا ہے تو اس کے کام کے اعلیٰ نتائج پیدا ہوتے ہیں جو اسے مزید انعامات کے مستحق بنا دیتے ہیں اور بناتے چلے جاتے ہیں۔ (الرحیم) اس کے سب کاموں میں جامعیت اور کمال پایا جاتا ہے۔ اور حُسن سے وہ متصف ہے اور سب تعریفوں کا مالک ہے کیونکہ اس کے سوا جو کچھ بھی ہے سب اسی کا پیدا کردہ ہے۔ (الحمدللہ رب العالمین) کوئی چیز بھی اللہ کے سوا ایسی نہیں جس کی ابتدا اور انتہاء یکساں ہو بلکہ اس کے سوا جس قدر اشیاء ہیں ادنیٰ حالت سے شروع ہوئی ہیں اور ترقی کرتے کرتے کمال کو پہنچی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ سب اشیاء کا خالق ہے اور کوئی چیز آپ ہی آپ نہیں۔ (رب العالمین) یہ دنیا ایک متنوع دنیا ہے یعنی اس کی ہزاروں شاخیں ہیں اور ہزاروں قسم کے مزاج ہیں۔ پس کسی چیز کے سمجھنے کے لئے اس کی جنس پر غور کرنا چاہئے۔ نہ کہ دوسری جنس کی اشیاء پر۔ خدا تعالیٰ کا معاملہ ہر جنس سے اس کی حیثیت کے مطابق ہے۔ پس دنیا میں خدا تعالیٰ کے سلوک میں اگر اختلاف نظر آئے تو اس سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے وہ اختلافِ حالات کے اختلاف کی وجہ سے ہے نہ کہ ظلم کی وجہ سے یا عدم توجہی کی وجہ سے۔ (رب العالمین) جس طرح اللہ تعالیٰ ہر کام لینے والی شے کا خالق نظر آتا ہے وہ ہر سامان کا بھی خالق نظر آتا ہے۔ پس ہر چیز ہر وقت اس کی مدد کی محتاج ہے (الرحمٰن) پھر جس طرح خدا تعالیٰ اشیاء اور ان سامانوں کا خالق ہے جن سے ان اشیاء نے فائدہ اُٹھانا ہے۔ اسی طرح وہ ان نتائج پر بھی تصرف رکھتا ہے جو سامانوں کے استعمال کرنے کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً انسان کو بھی اس نے پیدا کیا اور اس کھانے کو بھی اس نے پیدا کیا ہے جو اس کی زندگی کے لئے ضروری ہے اور پھر وہ اچھا یا بُرا خون جو اس کھانے کے استعمال سے پیدا ہوگا وہ بھی اسی کے حکم اور امر سے ہی ہوگا۔ (الرحیم) پھر اس نے جزا سزا کا بھی ایک طریق مقرر کیا ہے۔ یعنی ہر چیز اپنے حالات کے مطابق اپنے کاموں کے اچھے یا بُرے نتائج کا مجموعی نتیجہ ایک دن دیکھ لیتی ہے۔ یعنی کاموں کے نتیجے دو طرح کے ہوتے ہیں ایک درمیانی کہ ہر کام کا نتیجہ کچھ نہ کچھ نکل آتا ہے اور ایک یہ کہ سب کاموں کا مجموعی نتیجہ نکلتا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے صرف یہی انتظام نہیں کیا کہ ہر کام کا نتیجہ نکلے بلکہ اس نے یہ تدبیر بھی اختیار کی ہے کہ سب کاموں کا مجموعی نتیجہ نکلے۔ جس کے سبب سے وہ مَالِکِ یَوْمِ الدِّین کہلاتا ہے“۔

(تفسیر کبیر جلد اوّل، جُزو اوّل صفحہ ۹، ۱۰)

حاصل کلام یہ کہ حضرتِ مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی .... ایک بلند پایہ مصنف، عہد آفرین مفکر، صاحبِ طرز نثار، منفرد ماہر اسلامیات اور معجز نما صلاحیت رکھنے والے مفسّر ہیں۔ (بشکریہ مجلہ الجامعہ شمارہ ۴)

در مدح حضرت مصلح موعود............

(انتخاب از کلام مولانا ظفر محمد ظفر مرحوم)

اے تخیل گر رسائی پر تجھے کچھ ناز ہے
تار سرِ عرش بریں تیری اگر پرواز ہے
شاخہائے سدرہ پر گر تُو نشمین ساز ہے
عالمِ ملکوت سے تو کچھ اگر ہمراز ہے

تو میرے محمود کے احسان کی تصویر کھینچ
نقش ان کے حُسن کا در پردہ تحریر کھینچ

پنجۂ تسخیر سے بالا مہِ کامل نہیں
توڑنا تارے فلک کے یہ کوئی مشکل نہیں
غیر ممکن کچھ بیانِ جذبہائے دل نہیں
اور بیروں ازاحاطہ بحرِ بے ساحل نہیں

پَر احاطہ مردِ کامل کا بہت دشوار ہے
یہ وہ نکتہ ہے جہاں ادراک بھی لاچار ہے

دیدۂ ظاہر میں اے محمود اِک انساں ہے تُو
اہل دل کی دید میں پر بحر بے پایاں ہے تُو
صورتِ زیبا میں اپنی یوسفِ کنعاں ہے تُو
سیرتِ حسنہ میں اپنی مظہرِ رحماں ہے تُو

حق نے باندھا ہے تیرے سر سہرۂ فتح و ظفر
اے بشیرالدین محمود احمد و فضلِ عمر

امن وسلامتی کا پیامبرؐ

(ایڈیٹر)

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے جامع اور کامل دین کے ذریعہ بنی نوع انسان کی راہنمائی کی ہے جو محبتوں کا جامع ہے۔اس کی عبادات اور تمام ترنیکیوں کی روح اللہ تعالیٰ کی محبت اور رضا جوئی ہے۔ذکر الٰہی اور عبادات کا فلسفہ اگر انتہائے محبتِ الٰہی میں فنافی اللہ کی منزل ہے تو اسی مقام سے مخلوق خدا کی محبت اور ہمدردی کے چشمے پھوٹتے نظر آتے ہیں اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اسی امن وسلامتی کے پیامبر ہیں جو ایک طرف محبت الٰہی میں انسان کو فانی فی اللہ بنا کر مخلوق کی محبت اور خدمت میں لگا دیتا ہے۔گویا ہر دو محبتیں لازم وملزوم ہیں خالق کی محبت کا نتیجہ ہے کہ مخلوق کی محبت نظر آئے اور مخلوق کی محبت کے بدوں خالق کی محبت کا حصول ممکن نہیں۔

نفسِ واحدہ کا تصور: قرآن کریم نے انسان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

يَآاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ...... (سورۃ النساء:۲)

اے لوگو! اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔

یہاں خالق باری تعالیٰ ورب کے حوالہ سے ذکر کرکے توجہ دلائی گئی کہ جس طرح تمہیں ایک جان سے پیدا کیا گیا ہے تمہاری تمام ضروریات بھی ایک جیسی ہیں۔ان کے حقوق اور فرائض بھی ایک نوعیت کے ہیں اور وہ ذات تو تمام بنی نوع انسان کی ربوبیت ایک جیسی کر رہا ہے تو تمہاری طرز زندگی اور معاشرت میں بھی یکسانیت ہونی چاہئے تا نفسِ واحدہ کا تصور قائم رہ سکے اور یہ تقویٰ کی راہیں اختیار کرنے سے ہوگا۔

اس عمومی تعلیم میں مذہبی یا نسلی اور گروہی اختلاف وتفریق کی بیخ کنی کی گئی ہے۔محبت انسانیت کے راستے کو بھی عصبیت اور نفرت کی خارداریت سے صاف کر دیا گیا ہے۔گویا مذہب نے محبت کے مسافروں کے لئے نفرت کی دراڑوں کو پاٹ کر امن وسلامتی کی حسین گزرگاہیں تیار کر دی ہیں۔

امن وسلامتی کے پیامبر کی ذمہ داری: ہدایت کا شیریں چشمہ انسان کی اخلاقی اور روحانی بقاء حیات کے لئے لازمی ہے جس کے لئے انبیاء ومامورین زمانہ کی ضرورت کے مطابق آتے ہیں اور احیاء موتٰی کا فرض ادا کرتے ہیں۔یہ ذمہ داری پیغام کے پہنچا دینے کی حد تک ہے۔اگر کوئی آسمانی نور سے فائدہ نہیں اُٹھاتا اور اندھیرے میں رہنے کا خوگر ہے تو وہ اپنے انجام کا خود ذمہ دار ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے یہی ہدایت دی گئی ہے۔

"فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِىَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

وَالْاُمِّيّٖنَ ءَ اَسْلَمْتُمْ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ هْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ۔ (سورۃ آل عمران:۲۱)

اگر یہ لوگ تجھ سے جھگڑیں تو تُو ان سے کہہ دے کہ میں نے اور اُن لوگوں نے جو میرے پیرو ہیں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی پیروی میں لگا دیا ہے اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی انہیں اور اُمیّوں کو کہہ دے کہ کیا تم بھی فرمانبردار ہوتے ہو پس اگر وہ فرمانبردار ہو جائیں تو وہ ہدایت پا گئے اور اگر وہ منہ پھیر لیں تو تیرے ذمہ تو صرف پہنچا دینا ہے اور اللہ تعالیٰ بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

یہاں رسولُ السّلام کو بتا دیا گیا کہ اگر ہدایت کا نور ظاہر ہو جانے پر وہ اس نور کے فیض تلے آ جاتے ہیں تو وہ اپنے روشن مستقبل کو حاصل کریں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری اتنی ہے کہ آپ نے رات دن اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی اگر انہوں نے منہ پھیر لیا اور اندھیروں میں بھٹکنے کیلئے آنکھیں بند کر لیں تو اس کا نتیجہ خود دیکھ لیں گے مگر وہ حکیم ہے جب چاہے گا ان کے سامنے نتائج کو ظاہر کر دے گا۔ امن وسلامتی کے پیامبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو ٹھکرانے والوں نے خدا تعالیٰ کے پیار کی آواز اور محبت کے اس سریلے گیت کو سننے سے اگر ان لوگوں نے کان بند کر لئے تو کیسے ممکن ہے کہ رحمتوں اور برکتوں کے دروازوں سے داخل ہو کر وہ ابدی سلامتی اور امن کی جنت میں داخل ہو سکیں گے یہ ابدی سلامتی وہ پُر امن معاشرہ اور خوبصورت تہذیب ہے جسے حقیقی مذہب نے تخلیق کیا ہے۔

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اسی مذکورہ پس منظر میں عَلٰى رَسُوْلِنَا بَلٰغٌ مُبِيْن ۔ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ۔ عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۔ امن وسلامتی کے اس شہزادہ کا منصب بتایا گیا ہے کہ ہمارے رسول کا کام تو ہدایت کا پیغام دینا ہے۔ زبردستی یا جبر واکراہ سے ہدایت منوانا نہیں۔ چنانچہ سورۃ مائدہ آیت ۹۳، ۱۰۰ سورۃ نحل آیت ۸۳، سورۃ نور آیت ۵۵، سورۃ عنکبوت آیت ۱۹، سورۃ شوریٰ آیت ۴۹، سورۃ تغابن آیت ۱۳ اور سورۃ رعد آیت ۴۱ میں اس مضمون کو کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ کہ اس امن کے شہزادہ کی ذمہ داری صرف پیغام کے پہنچا دینے کی تھی اس کا دامن جبر وتشدد سے ہدایت دینے سے پاک تھا۔ سورۃ رعد میں تو واضح پیشگوئیوں اور نشانات کے ظہور کا بھی ذکر کیا گیا۔ اگر یہ باتیں ظاہر ہو جائیں اور لوگوں پر حجت تمام ہو جائے تو بھی اے رسول تیری ذمہ داری نہیں کہ انہوں نے ہدایت سے فائدہ کیوں نہ اُٹھایا۔

حاکم اور داروغہ ہونے کی نفی: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں بنی نوع انسان کے لئے وہ انتہائی درجہ کی محبت اور شفقت ہی تھی کہ کسی موقعہ اور مرحلہ پر خواہ حالت جنگ میں ہوں، معاہداتی دور ہو یا فاتح کی حیثیت میں ہوں ہر مخالف کو خواہ وہ قیدی ہو یا آزاد انہیں کوئی حکم نہیں دیا۔ یا ان کے لئے اپنے آپ کو داروغہ ظاہر نہیں کیا۔ چنانچہ سورۃ الغاشیہ میں ہادی کاملؐ کے بارہ میں اسی مضمون کا ذکر کیا گیا ہے۔

”فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَّيْطِرٍ ۝ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ۝ فَيُعَذِّبُهُ

اللّٰهُ عَذَابَ الْاَكْبَرَo اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْo ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْo" (الغاشیۃ:۲۲ تا ۲۷)

پس بکثرت نصیحت کر۔ تو محض ایک بار بار نصیحت کرنے والا ہے تو ان پر داروغہ نہیں ہاں وہ جو پیٹھ پھیر جائے اور انکار کر دے تو اسے اللہ سب سے بڑا عذاب دے گا۔ یقیناً ہماری طرف ہی ان کا لوٹنا ہے پھر یقیناً ہم پر ہی ان کا حساب ہے۔

اب یہاں یہ بھی اللہ تعالیٰ نے کفر وانکار کے نتیجہ میں سزا و عذاب کو اپنے ہاتھ میں رکھا ہے خواہ وہ اپنی بدبختی سے اس کا نتیجہ بھگتیں یا بڑے عذاب کے مستوجب ٹھہریں۔ اور یہ بھی فیصلہ فرما دیا کہ ان لوگوں کا لوٹنا بالآخر ہماری طرف ہوگا۔ اور ہم ہی ان سے حساب لیں گے۔

پس ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو امن کا پیغام دیا یہ حقیقی مذہب کی تعلیم ہے۔ یہ وادی بُطحا سے اُٹھنے والی رحمۃ للعالمین رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی شیریں آواز ہے۔ جس میں محبت پیار اور ہمدردی انسانیت ہے۔ اس مقدس وجود کا اسوۂ مبارکہ آئندہ ہدیہ قارئین کیا جائے گا۔ (جاری)

محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب کی وفات

مورخہ ۱۵ جنوری ۲۰۰۴ء کو فضل عمر ہسپتال میں بعمر ۷۷ سال حرکت قلب بند ہونے سے وفات پا گئے۔ مورخہ ۱۵ جنوری کو صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے بعد نماز مغرب آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور بہشتی مقبرہ میں تدفین کے بعد دعا کروائی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ مورخہ ۲۳ جنوری میں آپ کے تعلق اخلاص و وفا کا بطور خاص ذکر فرمایا۔ ایسا اخلاص و وفا کا اظہار جس سے دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے بھر جاتا ہے۔ محترم صاحبزادہ صاحب موصوف ۵ مارچ ۱۹۲۷ء کو حضرت سارہ بیگم صاحبہ کے بطن سے قادیان میں پیدا ہوئے آپ نے ابتدائی تعلیم کے بعد فاضل عربی، بی اے اور شاہد کے امتحان پاس کئے۔ ۱۹۴۵ء میں آپ نے زندگی وقف کی۔ آپ کی تقرری ۱۹۵۴ء میں بطور مربی سلسلہ احمدیہ انڈونیشیا میں ہوئی جہاں آپ نے دو سال تک خدمت کی توفیق پائی۔ ۱۹۵۶ء سے جامعہ احمدیہ میں آپ کا تقرر رہا جہاں تدریسی فرائض سرانجام دئے اس دوران ۱۹۶۲ء سے ۱۹۶۵ء تک صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ بھی خدمت کی توفیق پائی۔ محترمہ سیدہ امۃ السمیع بیگم صاحبہ بنت حضرت ڈاکٹر سید میر محمد اسماعیل صاحب...... مکرم حضرت صاحبزادہ صاحب کی بیگم ہیں۔ آپ کے تین بیٹے مکرم صاحبزادہ مرزا طیب احمد صاحب کراچی، مکرم صاحبزادہ مرزا عبدالصمد احمد صاحب سیکرٹری مجلس کارپرداز صدر انجمن احمدیہ اور مکرم صاحبزادہ مرزا محمد احمد صاحب کراچی ہیں۔ جبکہ صاحبزادیاں مکرمہ صاحبزادی امۃ الحفیظ صاحبہ اہلیہ میجر سید منور احمد صاحب لاہور۔ مکرمہ صاحبزادی حمیرا امۃ الحمید صاحبہ اہلیہ مکرم سید محمود احمد صاحب امریکہ۔ مکرمہ صاحبزادی شبرہ امۃ اللطیف صاحبہ اہلیہ مکرم طارق رشید صاحب لاہور۔ مکرمہ صاحبزادی وردہ امۃ الملک صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر سید حمید اللہ نصرت پاشا صاحب واقف زندگی۔ فضل عمر ہسپتال ربوہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ جنت الفردوس میں آپ کے درجات بلند فرمائے۔ ادارہ جملہ افراد خاندان حضرت اقدس اور آپ کے اہل و عیال سے تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔ (ادارہ)

مجلس انصاراللہ پاکستان کی الوداعی تقریب

محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب صدر مجلس انصاراللہ پاکستان

اور محترم چوہدری نعمت اللہ صاحب زعیم اعلیٰ انصاراللہ مقامی ربوہ

مجلس انصاراللہ پاکستان کے زیر اہتمام ایک خصوصی تقریب محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ پاکستان (یکم جنوری ۲۰۰۰ء تا ۳۱ دسمبر ۲۰۰۳ء) کے کامیاب عہدِ صدارت اور محترم چوہدری نعمت اللہ صاحب زعیم اعلیٰ ربوہ کے عرصہ خدمت کے اختتام کے موقع پر دلی جذباتِ تشکر کے اظہار اور دعا کی خاطر مورخہ ۲۱ جنوری کو ایوان محمود میں منعقد کی گئی۔ تلاوت و نظم کے بعد مکرم قائد صاحب تعلیم نے مندرجہ ذیل سپاسنامہ پیش کیا۔

محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب کی مجلس انصاراللہ میں خدمات کا سلسلہ طویل ہے آپ مجلس عاملہ انصاراللہ مرکزیہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے عہدِ صدارت میں آئے۔ شروع میں آپ کو مجلس انصاراللہ میں قائد قلمی دوستی و قائد مجالس بیرون کے طور پر خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔ بعدۂ آپ چوہدری حمید اللہ صاحب کے عہدِ صدارت میں لمبا عرصہ نائب صدر کے طور پر خدمت کرتے رہے اور یکم جنوری ۲۰۰۰ء سے آپ نے صدر مجلس انصاراللہ پاکستان کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ اس طرح مجلس انصاراللہ پاکستان میں آپ کی خدمات کا سلسلہ کم و بیش ربع صدی پر محیط ہے اس عرصہ میں آپ نے دعا، محنت اور لگن سے مثالی کام کرنے کی توفیق پائی۔ آپ کے چار سالہ عہدِ صدارت میں مجلس انصاراللہ پاکستان ترقی کی منازل طے کرتی رہی اور مجلس کے تمام شعبہ جات میں کام آگے بڑھا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ تنظیم کو باقاعدگی اور عمدگی سے چلانے کے لئے اور اجتماعی پروگراموں کے انعقاد کے لئے مجلس انصاراللہ کے احاطہ میں دفاتر اور ہال قائم ہیں۔ آپ نے مجلس کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے پیش نظر اس ہال میں توسیع کروائی۔ دفاتر اور ہال کو ضرورت کے تابع نیا فرنیچر مہیا کیا بالائی منزل کا خوبصورت اور دیدہ زیب ہال معیاری نشستوں اور دیگر لوازمات کے ساتھ تیار کروایا۔ جو ہمیں آپ کی یاد دلاتا رہے گا۔ علاوہ ازیں آپ نے گیسٹ ہاؤسز، دفاتر، احاطہ انصاراللہ پاکستان کی تزئین آرائش پر بھی خصوصی توجہ دی۔ یہ امر بھی اظہارِ تشکر کے طور پر عرض کرنا ضروری ہے کہ آپ کے عہد میں اِس ضروری توسیعی منصوبہ جات پر خرچ بھی ہوا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے خاص فضل اور آپ کی دعاؤں سے خدا تعالیٰ نے مجلس کو مالی وسائل بھی مہیا کئے۔ یکم جنوری ۲۰۰۰ء میں جب آپ نے اپنے عہدِ صدارت کا آغاز کیا۔ مجلس مالی لحاظ سے اس وقت جس مقام پر کھڑی تھی۔ اس کے بالمقابل ۳۱ دسمبر ۲۰۰۳ء کو جب آپ نے عہدِ صدارت مکمل کیا تو مالی لحاظ سے بہت آگے ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ نے انصاراللہ کے جو بنیادی مقاصد بیان فرمائے ان میں تعلیم، تربیت اور اشاعتِ دین کے کام بنیادی اہمیت کے حامل ہیں آپ کے عہد صدارت کے دوران مطبوعات کے سلسلہ میں غیر معمولی کام ہوا اور اس عرصہ میں ۱۹ کتب ۴۱۰۰۰ کی تعداد میں شائع ہوئیں۔ جن سے اراکین انصاراللہ استفادہ کر رہے ہیں۔ ماہنامہ انصار اللہ کے دو خصوصی نمبر شائع کئے گئے۔ حال ہی میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مجلس انصار اللہ پاکستان کے اس کام کو سراہا۔ آپ کے عہد صدارت میں کل پاکستان سالانہ علمی مقابلہ جات (سالانہ علمی ریلی) کا آغاز ہوا اور تین سال یہ مقابلہ جات نہایت کامیابی سے جاری ہیں اور ان میں اضلاع مجالس اراکین انصاراللہ بہت ذوق شوق محبت اور عقیدت سے ہر سال پہلے سے زیادہ تعداد میں شامل ہوتے رہے اور یہ دن ایک چھوٹے اجتماع کا نظارہ پیش کرتے رہے۔ علاوہ ازیں پہلے سے جاری شدہ سالانہ سپورٹس ریلی میں بھی مقابلہ جات میں اضافہ ہوا۔ انصاراللہ کے علمی معیار کو بلند کرنے کے لئے سالہا سال سے مرکزی امتحانات کا سلسلہ کامیابی سے جاری ہے۔ جو بتدریج ترقی کے مراحل طے کر رہا ہے۔ آپ کے عہدِ صدارت میں پرچہ جات میں انصار کی شمولیت کی تعداد ۴۰۰۰ سے بڑھ کر ۶۵۰۰ تک پہنچ گئی ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ سال ۲۰۰۳ء میں انصار کے مابین سالانہ مقابلہ مقالہ نویسی کا آغاز کیا گیا اور اس پہلے سال میں ۵۹ مقالہ جات اس مقابلہ میں شامل ہوئے اور گرانقدر علمی کاوش پیش کی۔ آپ کے عہدِ صدارت میں تمام شعبہ جات میں ترقی ہوئی۔ کمپیوٹر سیکشن باقاعدہ قائم کیا گیا اور بعض شعبہ جات میں کمپیوٹر پروگرامنگ کا آغاز کیا گیا۔ شعبہ ایثار میں میڈیکل کیمپس کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کے ساتھ مخلوق خدا کی محبت اور خدمت کا جذبہ بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں رکھا ہے اور آپ شعبہ خدمتِ خلق کی تمام ضروریات کو بشاشت سے پورا فرماتے رہے۔ آپ نے آڈٹ کے نظام کو مستحکم کیا۔ شعبہ صف دوم میں پہلی مرتبہ ۹۵ فیصد زائد مجالس کے بنیادی کوائف کا کام مکمل کیا گیا اور سائیکل سفر اور سروے دیہات کے کام میں پیش رفت ہوئی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی مدد اور خلیفہ وقت کی راہنمائی میں کام کو ہر جہت سے آگے بڑھایا آپ اپنے ساتھ کام کرنے والے قائدین اور اراکین پر بھرپور اعتماد کرتے بہت محبت اور شفقت سے سرپرستی فرماتے اور کام کرنے کے مواقع اور وسائل مہیا فرماتے۔

آپ کے عہدِ صدارت کی کلیدی بات نماز باجماعت کے قیام کے لئے ہمہ وقت مسلسل کوشش اور توجہ تھی آپ نے اپنے افتتاحی خطاب سے لے کر اختتامی خطاب تک ہر میٹنگ میں، دورہ جات، خطوط، تبصرہ جات، انفرادی رابطہ، قائدین، ناظمین اضلاع اور زعماء اعلیٰ کو ہمیشہ نماز باجماعت کے قیام کے لئے مستعد رہنے کی تلقین کی اور ہمیشہ اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ ہم ہرگز اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے والے نہیں بن سکتے جب تک ہم خود اور ہماری نسلیں نماز باجماعت پر قائم نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ نے اس کے مفید نتائج بھی نکالے۔ تاہم یہ کام مسلسل توجہ اور محنت کا متقاضی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس بنیادی مرکزی کام کو

مستقل مزاجی سے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت دلوں میں جاگزیں ہو۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی خدماتِ دینیہ کو قبول فرمائے اور آپ کی صحت اور عمر میں برکت دے اور آپ سے ہماری درخواست ہے کہ ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اور ہماری راہنمائی اور سرپرستی فرماتے رہیں۔

آپ ناظرِ اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ پاکستان و امیر مقامی کے منصبِ جلیلہ پر فائز ہونے کے بعد مجلس انصار اللہ کی صدارت سے فارغ ہو گئے ہیں۔ یہ خدا کا سلسلہ ہے اور خدا کے کام ہیں یہ بہر حال ہر دور میں آگے بڑھتے ہیں۔ قابل مبارکباد اور خوش قسمت ہیں وہ احباب جنہیں خدمتِ سلسلہ کی توفیق ملی خدا تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائے۔ آپ کے والد محترم حضرت مرزا عزیز احمد صاحب ۱۹۵۰ء تا ۱۹۵۴ء مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے صدر رہے اور پھر آپ کو ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ کے طور پر خدمات کی توفیق ملی اور آج آپ کے ایک فرزند جناب صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب اپنا چار سالہ عہدِ صدارت ختم کر کے ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ پاکستان کے منصب پر فائز ہیں اور حضرت مرزا عزیز احمد صاحب کے دوسرے فرزند محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب نے صدر مجلس انصار اللہ پاکستان کی ذمہ داریاں سنبھالی ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جسمانی و روحانی اولاد کو نسلاً بعد نسلٍ خدمتِ دین کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ ہم اراکین مجلس انصار اللہ پاکستان آپ کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں اور عہد کرتے ہیں کہ ہم پوری محنت لگن اور جذبہ شوق سے مجلس انصار اللہ کے کاموں کو آگے بڑھانے کے لئے آپ کے ساتھ مثالی تعاون کریں گے۔ انشاء اللہ العزیز

اس تقریب میں ہم اپنے ایک اور بھائی مکرم و محترم چوہدری نعمت اللہ صاحب زعیم انصار اللہ مقامی ربوہ کو بھی الوداع کر رہے ہیں۔ آپ نے یکم جنوری ۲۰۰۲ء تا ۳۱ دسمبر ۲۰۰۳ء دو سال تک زعیمِ اعلیٰ کے فرائض سرانجام دیئے۔ اس دوران مجلس انصار اللہ مقامی ربوہ نے دو مرتبہ سالانہ مرکزی علمی ریلی میں حسنِ کارکردگی کے لحاظ سے اوّل پوزیشن حاصل کی۔ مرکزی امتحانات میں پچاس فیصد سے زائد انصار اللہ کو شامل کیا۔ اور شعبہ تعلیم میں غیر معمولی کام کی توفیق پائی۔ آپ باقاعدگی سے دفتر مقامی میں تشریف لا کر مجلس کے کاموں کو پورے شوق اور لگن سے سرانجام دیتے رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات قبول فرمائے اور آپ کو مقبول خدمتِ دین کی توفیق ملتی رہے۔

(ہم ہیں اراکین مجلس انصار اللہ پاکستان)

الوداعی تقریب کے اختتام پر محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب امیر مقامی و ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ پاکستان نے حاضرین مجلس انصار اللہ پاکستان کا شکریہ ادا کیا اور محترم مرزا عبدالحق صاحب رکن خصوصی انصار اللہ پاکستان نے دعا کروائی۔ تقریب کے اختتام پر احباب کو عشائیہ دیا گیا۔

☆......☆......☆......☆

قرارداد تعزیت

صدر انجمن احمدیہ پاکستان کا یہ اجلاس اپنے صدر اور محترم رفیق کار مکرم شیخ محبوب عالم خالد صاحب کی وفات پر تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔ سلسلہ کے معروف اور دیرینہ خادم حضرت خانصاحب فرزند علی خان صاحب کے فرزند تھے۔ آپ کی ولادت ۱۳۔ اپریل ۱۹۰۹ء کی ہے۔ آپ نے مدرسہ احمدیہ میں دینی تعلیم پانے کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور سے ۱۹۳۶ء میں گریجوایشن کیا اور نصرت گرلز سکول میں بطور معلّم دینیات آپ کا تقرر ہوا جہاں سے ۱۹۳۷ء میں آپ کی تبدیلی جامعہ احمدیہ میں ہوئی۔ جہاں آپ ۱۹۴۱ء تک تعینات رہے۔ اس دوران آپ نے M.A. عربی اور اردو بھی کیا۔

۱۹۴۱ء میں آپ کی تبدیلی تعلیم الاسلام ہائی سکول میں ہوئی اور ۱۹۴۶ء میں آپ کی خدمات تعلیم الاسلام کالج کے سپرد کردی گئیں جہاں آپ ۱۹۶۹ء تک تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آپ مجلس خدام الاحمدیہ کے بانی رکن تھے اور پہلے جنرل سیکرٹری مقرر ہوئے اور پھر مختلف شعبوں میں خدمت کرنے کا موقعہ ملا۔ اس کے بعد ۱۲ سال تک مجلس انصاراللہ مرکزیہ کے قائد عمومی رہے اور وفات تک مجلس عاملہ کے رکن خصوصی رہے۔ ۱۹۶۹ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ناظر مال مقرر فرمایا۔ ۱۹۶۹ء سے ۲۰۰۲ء تک تقریباً ۳۳ سال تک آپ نے بطور ناظر مال آمد کام کیا اور باوجود اپنی کمزوری صحت اور پیرانہ سالی کے پاکستان کے طول وعرض میں نظارت کے فرائض انجام دینے کیلئے وسیع پیمانے پر دورے کرتے رہے۔ ناظر ہونے کے ساتھ آپ کچھ عرصے تک حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے پرائیوٹ سیکرٹری کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔ ۲۰۰۲ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صدر صدر انجمن احمدیہ پاکستان مقرر فرمایا اور اس عہدہ پر آپ اپنی وفات تک خدمات بجالاتے رہے۔

ہم ممبران صدر انجمن احمدیہ پاکستان اپنے اس مخلص اور بے لوث کام کرنے والے بزرگ رفیق کار کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور مکرم شیخ محبوب عالم خالد صاحب مرحوم ومغفور کے بیٹوں اور دیگر اقارب اور اعزہ سے تعزیت کا اظہار کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس خادم دین رفیق کار کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر سلسلہ کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین)

بقیہ از صفحہ ۱۱ :-

حضور کے عالی شان کارناموں اور حُسنِ صفات کے ظہور کی تاریخ تو آپ کے مسندِ خلافت پر رونق افروز ہونے سے بھی بہت قبل شروع ہو چکی تھی۔ میں نے اپنی عمر کے مطابق جو محدود حصہ پایا اس کی ابتداء بہت بچپن کی یادوں سے شروع ہوتی ہے جو ٹکڑوں ٹکڑوں میں بکھری پڑی ہیں۔ بچہ انہی امور کو یاد رکھتا ہے جو اس کی ان دنوں کی دلچسپیوں سے تعلق رکھتی ہوں۔ پس ان دنوں کی میری یا حضور کی شخصیت کی عظمت پر تو کوئی روشنی نہ ڈال سکے گی ہاں اپنے بچوں سے آپ کے سلوک اور اس زمانے کے حضور کے گھر کے ماحول کا کچھ نہ کچھ اندازہ ضرور ہو جائے گا۔

حضور...... کی ساری زندگی اتنی مصروف کٹی کہ بچوں کو حضور کی صحبت ویسی میسر نہیں آ سکتی تھی جیسی عموماً بچوں کو اپنے باپ کی میسر آتی ہے۔ حضور کی مصروفیت پر مستزاد یہ تھا کہ ہماری چار مائیں تھیں اور جو وقت حضور کو گھر کے لئے میسر آتا تھا۔ اس کا چوتھائی ہر گھر کو ملتا تھا۔ پس زیادہ تر ہمارا ملاپ چوتھے روز ہوتا تھا اور وہ بھی اکثر صرف کھانے کے موقع پر، کھانا ہم اکٹھے کھاتے تھے اور بچوں کی طرف سے اس بات کا خاص اہتمام ہوتا تھا کہ وہ کسی کھانے یا ناشتے سے غیر حاضر نہ ہوں۔ اپنے ابا جان کو اتنے دنوں کے بعد ملنے کے وافر شوق میں کچھ یہ بچگانہ کشش بھی شامل ہو جاتی تھی کہ مائیں اس روز عام دنوں کی نسبت بہتر کھانا پکاتی تھیں۔ یہی نہیں بلکہ باورچن سے پکوانے کی بجائے حتی المقدور خود پکانے کی کوشش کرتی تھیں۔ جس سے عام کھانے کی لذت میں بھی غیر معمولی اضافہ ہو جاتا تھا۔ حضور نے اپنے گھر میں سادگی اور کفایت پر ہمیشہ اس سختی سے زور دیا کہ جب میں کہتا ہوں کہ عام دنوں سے اچھا کھانا تو مراد یہ نہیں کہ غیر معمولی طور پر امیرانہ کھانا ہوتا تھا۔ آج کل متوسط طبقہ کے گھرانوں میں جو کھانا روزمرہ کھایا جاتا ہے وہ چوتھے روز کا کھانا اس سے کچھ بہتر نہ ہوتا تھا بلکہ میں کہوں گا کہ حضور کے اپنے بچوں کے گھر میں آج کل جو کھانا روزمرہ پکتا ہے اس کا معیار بھی اس استثنائی کھانے کے معیار سے کسی طرح کم نہیں بلکہ زیادہ ہی ہوگا۔ بہرحال اس روز بچے خاص طور پر کچھ تو ابا جان کی مجلس کے ترسے ہوئے اور کچھ اس یقین پر کہ یہ مجلس ہر پہلو سے بڑی سودمند ثابت ہوگی بڑے اہتمام سے نسبتاً زیادہ صاف کپڑے پہن کر ہاتھ منہ صابن سے دھو چکے یا دسترخوان کے قریب بیٹھے بڑی بے صبری سے ابا جان کی آمد کا انتظار کیا کرتے تھے.....

(بشکریہ ماہنامہ مصباح نومبر دسمبر ۱۹۶۵ء۔ مرسلہ احمد طاہر مرزا صاحب)

ضروری تصحیح: ماہنامہ انصاراللہ کے شمارہ جنوری ۲۰۰۴ء کے صفحہ ۱۶ پر عنوان کے نیچے دوسرا مصرعہ یوں ہے "اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار" صفحہ ۴ پر مکرم مبارک احمد باجوہ صاحب مرحوم کے بیٹے طالب علم جامعہ احمدیہ کا نام "منظور احمد باجوہ" ہے۔ اسی طرح صفحہ ۳۶ پر درست نام احمد طاہر مرزا صاحب بدوملہوی ہے۔ قارئین نام کی تصحیح فرمالیں۔ (ادارہ)

ایک متبحر اور جید عالم حضرت مولانا شیر علی صاحب

از: مکرم راجہ برہان احمد طالع

جماعت آخرین کا ظہور جو حضرت مہدی آخر الزّماں کی آمد سے ۱۸۸۹ء میں ہوا۔ اس سے وابستہ وجود آسمان روحانیت کے چمکتے ہوئے ستارے تھے۔ انہی میں سے حضرت مولانا شیر علی ....ایک جید اور متبحر عالم ایک جاں نثار وجود تھے۔

حضرت مولانا شیر علی صاحب کا خاندان پنجاب کے ایک چھوٹے سے گاؤں موضع عبدالرحمٰن المعروف ''ادرحمہ'' میں ۲ نومبر ۱۸۷۵ء کو پیدا ہوئے۔ یہ گاؤں تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا میں واقع ہے۔ آپ کا تعلق رانجھا قوم سے تھا اور آپ کا آبائی وطن موضع چادہ (متصل بھیرہ) تھا۔ حضرت مولانا صاحب کے دادا مولوی غلام مصطفیٰ صاحب کی شادی ادرحمہ میں ہوئی تھی اور سسرال والوں نے اپنی لڑکی کو زمین اور مکان وغیرہ دے کر آپ کے والد صاحب مکرم نظام الدین صاحب کو اپنے پاس ہی بلا لیا جہاں آپ کے والد صاحب نے مستقل سکونت اختیار کر لی اور پھر اسی گاؤں ''ادرحمہ'' میں ہی حضرت مولانا شیر علی صاحب کی ولادت ہوئی اور ابتدائی حصہ عمر کا یہیں گزرا۔

آپ کے والد صاحب اپنے گاؤں میں عالم دین کی حیثیت سے نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اور اردگرد کے علاقوں اور قصبات میں بھی آپ کی پسندیدہ عادات اور علمی تفوق کا بہت چرچا تھا۔ آپ کی والدہ صاحبہ گوہر بی بی صاحبہ بھی علم دین سے خوب واقفیت رکھنے کے ساتھ ساتھ حافظ قرآن بھی تھیں۔ چنانچہ یہ ایک طبعی امر تھا کہ ایسے نیک والدین کی زیرنگرانی تربیت پانے والا شیر علی جو خود بھی نیک فطرت تھا ایک جوہر قابل اور باخدا انسان ہوتا۔

تعلیم: آپ اپنے بھائی حضرت حافظ عبدالعلی صاحب کے ساتھ بھیرہ ہائی سکول میں داخل ہوئے۔ اسکول کے زمانہ میں ہمیشہ آپ کا شمار ذہین طلباء میں ہی ہوتا تھا۔ کالج کی عمر کو پہنچے تو آپ کے والد صاحب نے اپنی اولاد کو اعلیٰ تعلیم دلانے کا فیصلہ کیا۔ یہ فیصلہ اس وقت کے اور خاص کر اس علاقے کے ماحول کی بنا پر کچھ مشکل تھا اور خاص طور پر انگریزی تعلیم کی تو باقاعدہ سخت مخالفت ہوتی تھی۔ مگر آپ کے والد صاحب نے اپنے اس ارادہ کی تکمیل کی اور اس راہ میں جو جو مشکلات بھی سنگِ راہ ت ہوئیں ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اپنے دونوں بیٹوں کو میٹریکولیشن کے بعد کالج میں بھیجا۔ حضرت مولانا شیر علی صاحب ایف۔سی کالج لاہور میں داخل ہو گئے۔

یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ لڑکپن کے زمانے میں بھی جب کہ عموماً لڑکے کھیل کود کے زیادہ شائق ہوتے ہیں آپ کو خدا نے اس فطری سعادت مندی سے ممتاز کیا تھا کہ آپ سکول جانے سے پیشتر بلا ناغہ حضرت حکیم فضل الدین صاحب بھیروی کے درس القرآن میں شامل ہوتے۔ پانچوں نمازیں بالالتزام باجماعت ادا کرتے اور قرآن کریم کی روزانہ تلاوت کرتے تھے۔ کالج کے زمانہ میں ایک روز آپ کا حساب کا پرچہ تھا۔ آپ گھر پر سوال حل کرنے میں اس قدر منہمک ہوئے کہ وقت کا اندازہ نہ رہا۔ جب امتحان کے کمرے میں پہنچے تو ۲۰ منٹ گزر چکے تھے۔ سپروائزر انگریز تھا اور انگریز کو وقت کی پابندی کا بہت خیال رہتا ہے۔ مگر اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کی سادگی اور صاف گوئی کا ایسا اثر ڈالا کہ بغیر کسی حرج کے اس نے آپ کو امتحان میں شریک کرلیا۔

حضرت مولانا شیر علی صاحب ابتداء میں نحیف الجثہ تھے اور طالبعلمی کے زمانہ میں مختلف امراض کا شکار بھی رہتے تھے۔ اس لئے ڈاکٹروں نے آپ کو کچھ عرصہ پڑھائی ترک کرنے کا کہا۔ لیکن آپ کا آہنی عزم اس قسم کا مشورہ قبول کرنے کو تیار نہ تھا۔ آپ نے بیماری کے باوجود بی۔اے کا امتحان دیا۔ ان دنوں آپ کی جو حالت تھی اس کے بارے میں آپ کے بھائی حافظ عبدالعلی صاحب بتاتے ہیں کہ شیر علی لیٹا رہتا اور میں اسے اس کی کتب پڑھ کر سنایا کرتا اور وہ آنکھیں بند کئے خاموشی کے عالم میں سنتا رہتا تھا۔ میں اپنے پاس کچھ پھلوں کا جوس اور تقویت بخش اغذیہ رکھ لیتا اور وقتاً فوقتاً دیتا رہتا۔ اس طرح جب امتحان کا وقت قریب آیا تو میں ہر پرچہ کے اختتام پر اس کو ٹانک غذائیں دیا کرتا تا کہ جسم کی قوت بحال رہے۔ بہر حال حضرت مولوی صاحب کی ہمت رنگ لائی اور آپ نے خدا تعالیٰ کے فضل سے اس بیماری کے باوجود پنجاب بھر میں ساتویں پوزیشن حاصل کی۔

بیعت: ۱۸۹۷ء کا زمانہ وہ تھا جب پنجاب کے طول و عرض میں احمدیت کا بہت چرچا ہو رہا تھا۔ بی۔اے پاس کرنے کے بعد جبکہ حضرت مولانا شیر علی صاحب کا شعور کافی بیدار ہو چکا تھا۔ ایک پاک خواہش مہدی آخری الزماں سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے کی آپ کو ہوئی۔ آپ حضرت حکیم فضل الدین صاحب بھیروی...... اور حضرت حکیم (خلیفۃ المسیح الاوّل)...... کی صحبت میں رہ کر احمدیت سے روشناس ہو چکے تھے حضرت حکیم شیر محمد صاحب (جو قبول احمدیت کے نقطہء نظر سے آپ کے خاندان کے بانی ہیں) کے نیک اعمال کے عمدہ اثر کے نتیجہ میں ۱۸۹۷ء میں اپنے والد صاحب کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دستِ مبارک پر بیعت کی اور پھر گویا قادیان کے ہی ہو گئے۔

حضرت اقدسؑ سے تعلق اخلاص

حضرت مسیح موعودؑ کی ذات سے آپ کو عشق تھا۔ ایسا عشق جو نورِ ایمان اور نورِ فراست سے لبریز ہوتا ہے۔ چنانچہ ابتدائی

ایام کا ایک واقعہ حضرت مفتی صاحب یوں بیان کرتے ہیں۔

''ایک..........موقعہ پر احباب کی مجلس میں آپ نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:۔

''معلوم نہیں حضرت صاحب مجھے پہچانتے بھی ہیں یا نہیں''

(بحوالہ سیرت حضرت مولانا شیر علی......صفحہ ۴۱)

اتفاق سے اسی وقت حضرت مسیح موعودؑ بھی تشریف لے آئے تو حافظ حامد علی صاحب نے حضور سے عرض کی کہ حضور مجھے آٹا پسوانے جانا ہے میرے ساتھ دوسرا آدمی جائے تو بہتر ہے۔ اس پر حضور نے حضرت مولوی صاحب کا بازو پکڑ کر فرمایا۔ ''میاں شیر علی کو ساتھ لے جاؤ'' یہ فقرہ سن کر حضرت مولوی صاحب کی مسرت کی انتہا نہ رہی اور بار بار اس کا ذکر کرتے کہ حضرت صاحب مجھے پہچانتے ہیں اور میرا نام بھی جانتے ہیں۔

حضور بھی آپ کے اخلاص کی قدر کرتے اور آپ کی نیکی، سادگی اور منکسر المزاجی کی تعریف فرماتے۔ چنانچہ حضور نے ایک مقام پر جہاں جماعت کے مخلصین کا ذکر فرمایا وہاں حضرت مولانا شیر علی صاحب کے متعلق غریب الطبع، نیک مزاج، حلیم اور سلیم الطبع کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ (تبلیغ رسالت جلد ہشتم صفحہ ۲)

ایک دفعہ نماز کے بعد آپ مسجد میں لیٹے ہوئے تھے کہ حضرت اقدس مسیح موعود نے آپ کا بازو پکڑ کر فرمایا۔ ''میں تب خوش ہوں گا جب شیر علی کا بازو اس سے دُگنا موٹا ہو جائے گا۔

اسی طرح ایک دفعہ حضرت حکیم مولانا (خلیفۃ المسیح الاول)...... نے جو آپ کا علاج فرما رہے تھے حضرت اقدسؑ سے آپ کی کمزوری کا ذکر کیا تو حضور نے فرمایا:

''شیر علی جتنا دودھ پی سکو پیو'' (سیرت حضرت مولانا شیر علی صاحب......صفحہ ۲۶)

حضور کی دعائیں ہی آپ کے مرض کو دور کرنے کے لئے بہترین حربہ ثابت ہوئیں چنانچہ معجزانہ طور پر نہایت سرعت کے ساتھ آپ کا صحت کی جانب قدم بڑھنے لگا۔ آپ نے حضور کی نصیحت پر بھرپور عمل کیا اور اتنا دودھ پیا کرتے تھے کہ آپ کے منہ سے تقریباً ہر وقت دودھ کی خوشبو آیا کرتی تھی۔

حضرت مولانا صاحب کا چہرہ خوبصورت، روحانیت کی تازگی اور نورِ فراست کا آئینہ دار تھا اور سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ کے قالب میں ڈھلا ہوا جس پر ہر وقت تبسم کی خفیف جھلک نمایاں رہتی تھی۔

خدماتِ دینیہ: حضرت مولانا شیر علی صاحب صفِ اوّل کے ان عظیم مجاہدوں میں سے تھے جن کی بیعت کے بعد کی زندگی سلسلہ کی عملی اور علمی خدمت میں گزری۔

O مئی ۱۸۹۹ء میں آپ مدرسہ تعلیم الاسلام کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے اور دو سال کے سوا ۱۹۱۰ءتک یہ خدمت سرانجام دی۔

O ۱۹۰۹ء میں آپ ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر مقرر ہوئے اور مئی ۱۹۱۷ء تک یہ خدمت سرانجام دی۔

اس دوران بڑے معرکۃ الآراء مضامین لکھے جو وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے۔ ان مضامین کا سلسلہ اس آٹھ سالہ دور سے پہلے سے شروع ہوا اور آخری عمر تک جاری رہا۔ اور علمی طبقے میں مقبول عام رہے۔ جن میں بعض اہم ریویو، قبر مسیح، قتل مرتد (اس کی بعد ازاں امرتسر کی مشہور پبلشنگ کمپنی ''وکیل بک ایجنسی'' نے اپنے خرچ پر وسیع پیمانے پر اشاعت کی) سلسلہ تبلیغ، ...... پردہ اور بہت سے انگریزی اور اردو مضامین شامل ہیں۔ یہ تمام مضامین آپ ہی کے قلم کے حسین نقوش ہیں۔

O ۱۹۰۹ء میں آپ ناظر اعلیٰ اور ناظر تالیف و اشاعت مقرر ہوئے۔ آپ سب سے پہلے ناظر اعلیٰ اور ناظر تالیف و اشاعت تھے جنہیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے مقرر فرمایا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ۱۹۲۶ء کے جلسہ سالانہ میں جہاں سلسلہ احمدیہ کے بعض ناظروں کی قربانیوں کا ذکر فرمایا وہاں حضرت مولانا شیر علی صاحب کے بارہ میں فرمایا:

> پھر مولوی شیر علی صاحب ہیں ....ایک تو ان کی انگریزی کی قابلیت وہ چیز ہے جو اوروں میں نہیں اس کے علاوہ یہ قابلیت ان میں ہے کہ وہ مضمون پر حاوی ہو جاتے ہیں۔ ان کے مضمون پڑھنے والے دوستوں نے دیکھا ہوگا کہ وہ کس طرح مضمون کی باریکیوں تک پہنچتے ہیں اور کوئی پہلو اس کا باقی نہیں چھوڑتے پھر جب وہ یہاں ملازم ہوئے ہیں ان کا نام منصفی (ججی) میں جا چکا تھا اور یہاں وہ بیس روپے پر لگے تھے۔

صدر انصاراللہ: ۲۶ جولائی ۱۹۴۰ء کو حضرت مصلح موعود نے انصاراللہ کی بنیاد رکھی اور صدر مولانا شیر علی صاحب کو نامزد فرمایا آپ نے تاحیات یہ خدمت سرانجام دی۔ انصاراللہ کے اس ابتدائی دور میں باقاعدہ ایک منظم تنظیم بنانے کے لئے آپ نے اور آپ کی ٹیم نے بھرپور کام کیا۔

بحیثیت امیر مقامی: حضرت مولانا شیر علی صاحب کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ حضرت مصلح موعود اکثر جب سفر پر جاتے تو اپنے بعد آپ کو امیر مقرر فرماتے۔ اس بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ....فرماتے ہیں:

> ''مولوی شیر علی صاحب نہایت مخلص لوگوں میں سے ہیں اور حیا والے آدمی ہیں۔ انتظام کیلئے سختی کی بھی ضرورت ہوتی ہے مگر میں دیکھتا ہوں کہ وہ ان میں نہیں باوجود اس کے میں سمجھتا ہوں خلیفہ کی عدم موجودگی میں ایسے ہی آدمی کی ضرورت ہے کہ جو لوگوں کے دلوں کو رکھ سکے۔'' (سیرت حضرت مولانا شیر علی صفحہ ۱۱)

چنانچہ حضرت مولانا صاحب نے ہمیشہ اپنے فرائض نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیئے اور خصوصاً حضور کے سفرِ یورپ کے دوران جبکہ آپ صرف قادیان کے امیر ہی نہیں بلکہ جماعت کے بھی امیر تھے۔

سفرِ یورپ سے واپسی پر حضرت مصلح موعود نے پہلے خطبہ جمعہ میں حضرت مولوی صاحب اور دیگر اراکینِ جماعت کی حسنِ کارگردگی اور اخلاص سے کام کرنے کا شکریہ ادا کیا اور دعا کی۔

انگریزی ترجمہ قرآن مجید: حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی یہ خواہش تھی کہ یورپ وامریکہ میں انگریزی ترجمہ و تفسیر قرآن کریم کی اشاعت کی جائے آپ نے فرمایا:۔

''میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کر کے اور انگریزی میں ترجمہ کرا کر ان کے پاس بھیجی جائے۔ میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے نہیں رہ سکتا کہ یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا جیسا کہ مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ ہی میں داخل ہے''۔ (ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۱۸)

حضرت اقدسؑ کے اس منشاء کی تکمیل کے لئے حضرت مولانا شیر علی صاحب اپنی زندگی کے آخری دور میں قرآنِ مجید کے انگریزی ترجمہ وتفسیر پر مامور ہوئے۔ اس کام کی تکمیل کیلئے ۱۹۳۶ء میں آپ نے یورپ کا طویل سفر بھی اختیار کیا جہاں پر آپ نے قریباً تین سال قیام فرمایا اور نہایت احسن طور سے اس فریضہ کو سرانجام دیا۔ واپس آ کر بھی دن رات اسی کام میں مصروف رہے چنانچہ ۲۸ فروری ۱۹۴۸ء کو اس کی پہلی جلد چھپ کر شائع ہوئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے دیباچہ تفسیر القرآن کے آخر میں حضرت مولوی صاحب کی تفسیر القرآن کے متعلق خدمات کا اعتراف ان الفاظ میں فرمایا۔

''میں اس دیباچہ کے آخر میں مولوی شیر علی صاحب کی ان بے نظیر خدمات کا اعتراف کرنا چاہتا ہوں جو انہوں نے باوجود صحت کی خرابی کے قرآنِ کریم کو انگریزی میں ترجمہ کرنے کے متعلق کی ہیں۔''

(دیباچہ تفسیر القرآن جدید ایڈیشن صفحہ ۳۲۷)

وفات: ۱۹۴۷ء کا سن حضرت مولانا شیر علی صاحب کی زندگی کا آخری سال ثابت ہوا اور آپ ایک طرف قادیان سے دوری کا غم لیکر اور دوسری طرف پیرانہ سالی کے دامن میں پوشیدہ امراض کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے اور خدمتِ قرآن میں ہمہ تن مصروف ۱۳ نومبر ۱۹۴۷ء کو پاکستان میں انتقال فرما گئے۔ ۱۴ نومبر کو صبح ساڑھے آٹھ بجے رتن باغ میں حضرت خلیفة

المسیح الثانی نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپ کو احاطہ میاں محمد سلطان واقعہ مزنگ میں اماناً دفن کر دیا گیا۔

ایک فرشتہ سیرت بزرگ: حضرت مولانا شیر علی صاحب جن اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے ان کا مجمل طور پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے خوب نقشہ کھینچا ہے آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

''حضرت مولوی شیر علی صاحب مرحوم میرے استاد بھی تھے اور دوست بھی تھے اور رفیق کار بھی تھے اور مجھے ان کے اخلاق اور حالاتِ زندگی کو بڑے غور کے ساتھ مطالعہ کرنے کا موقع ملا ہے۔ میں کامل یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ حضرت مولوی صاحب مرحوم حقیقتاً ایک فرشتہ سیرت بزرگ تھے اور ان کے متعلق لوگوں کی زبان پر فرشتے کا لفظ غالباً الٰہی تصرف کے ماتحت جاری ہوا تھا اور ممکن ہے کہ اس کی بنیاد حضرت مسیح موعود کا وہ کشف بھی ہو جس میں حضور نے دیکھا کہ حضور کے سامنے ایک فرشتہ آیا ہے جس کا نام شیر علی ہے............ اگر مجھ سے کوئی شخص حضرت مولوی صاحب کے متعلق یہ پوچھے کہ ان کی سب سے بڑی نمایاں صفت کیا تھی تو میں یہی کہوں گا کہ دعاؤں اور عبادت میں شغف اور اس سے اُتر کر مخلوقِ خدا کی ہمدردی اور اُسے ہر رنگ میں فائدہ پہنچانے کی تڑپ۔ مولوی صاحب کی روحانیت حقیقتاً ایک نہایت ہی ارفع اور بلند مقام کی روحانیت تھی جسے ایک طرف خدا تعالیٰ کے ساتھ انتہائی اتصال حاصل تھا اور دوسری طرف مخلوقِ خدا کی ہمدردی اس کا جزوِ اعظم تھا۔

(سیرت حضرت مولانا شیر علی صاحب صفحہ ۲۔۳)

آپ کے بارہ میں جناب عبدالسلام اختر صاحب نے کیا خوب فرمایا:۔

وہ اِک مردِ خدا جس کی حیاتِ کامراں اب بھی
سپہرِ احمدیت پر ہے مثلِ کہکشاں اب بھی
زمانہ کیا بھلا سکتا ہے اس کی داستاں اب بھی
زمانے میں ہیں گہرے اُس کے نقشِ جاوداں اب بھی

☆............☆............☆

اعلان برائے خریداران ماہنامہ انصار اللہ

تمام خریداران کو ہر ماہ ماہنامہ انصار اللہ باقاعدگی سے بھجوایا جاتا ہے۔ اگر کسی وجہ سے خریداران کو ماہنامہ انصار اللہ نہیں مل رہا تو براہ مہربانی وہ اس ماہ دفتر ھذا کو مطلع فرمائیں تاکہ رسالہ دوبارہ بھجوایا جاسکے۔

مینجر ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

جرمنی کے ہمسایہ ممالک میں دعوت الی اللہ کی ایک رپورٹ

(ماخوذ: از احمدیہ بلیٹن جرمنی)

O **بلغاریہ**: ۴۵ میٹنگز منعقد ہوئیں اس سہ ماہی تیرہ نئی بیعتیں حاصل ہوئیں۔ الحمدللہ ۵۴ تربیتی میٹنگز کا انعقاد ہوا۔ پورے ملک میں تین ایم ٹی اے کے سنٹر ہیں۔ بلغاریہ کے مشہور T.V نے لندن کی بیت الفتوح کے افتتاح کی خبر انتہائی اچھے پیرائے میں پیش کی۔ بلغاریہ کے صدر مملکت نے اس یونیورسٹی کا دورہ کیا جہاں ہمارے دونوں دوستوں مکرم طاہر احمد صاحب اور مکرم اشرف احمد زیر تعلیم ہیں شعبہ کے ڈائریکٹر نے خصوصی طور پر ہمارے دوستوں کا تعارف کروایا۔

O **بوسنیا (Bosnia)**: ۳۰ تبلیغی میٹنگز کا انعقاد ہوا اور اس سہ ماہی میں آٹھ پھل حاصل ہوئے۔ الحمدللہ۔ ۱۵ تربیتی میٹنگز ہوئیں۔ اوسطاً حاضری ۵۰ رہی۔

O **کوسوو (Kosovo)**: اجلاس عام و اجلاس عاملہ باقاعدہ منعقد ہوا۔ چالیس نشستیں منعقد ہوئیں۔ ان تین ماہ میں ایک بیعت حاصل ہوئی۔ ۴۵ تربیتی کلاسز کا انعقاد ہوا۔ MTA سے باقاعدہ استفادہ کیا جاتا ہے۔

O **البانیہ (Albania)**: البانیہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے باقاعدہ جماعتی کاموں کا آغاز ہو چکا ہے۔ مکرم زکریا خان صاحب صدر جماعت البانیہ اور مکرم عبدالشکور اسلم خان بڑی محنت سے نومبائعین کی تربیت کا کام کر رہے ہیں۔ باقاعدہ تربیتی میٹنگز منعقد ہو رہی ہیں۔ جمعۃ المبارک پر اوسطاً حاضری ۴۰ ہوتی ہے۔ جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر البانیہ کے ۴ ایک تعلیم یافتہ فرد حضور اقدس کے ہاتھ پر بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں داخل ہوئے۔ الحمدللہ۔

O **ہنگری (Hungry)**: محترم ڈاکٹر عبدالغفار صاحب مربی سلسلہ اور مکرم منور احمد خالد صاحب نے ماہ اگست میں ہنگری کا دورہ کیا جس میں ہنگری کے ایک صحافی اور برطانیہ کے ایک تاجر جو کہ بیس سال سے ہنگری میں مقیم ہیں بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں داخل ہوئے۔

O **سلوینیا (Slowenia)**: الحمدللہ سلوینیا میں جماعت احمدیہ رجسٹرڈ ہو چکی ہے ہمارے نئے جماعتی سنٹر جو کہ شہر Maribor میں قائم ہے مکرم مولانا حیدر علی ظفر صاحب مشنری انچارج جرمنی نے ۱۹ ستمبر کو نماز جمعہ کے ساتھ افتتاح فرمایا۔ ماہ ستمبر میں مکرم عبدالباسط طارق صاحب مربی سلسلہ چھ ہفتے تک سلوینیا میں مقیم رہے اور تربیتی میٹنگز کا انعقاد کیا۔

اسی طرح مکرم کمال برولہ صاحب چار ہفتے کیلئے الجزائر گئے۔ وہاں پر ان کوششوں کے نتیجے میں ۳۲ افراد کو بیعت کرنے کی سعادت ملی۔ ایک نہایت خوش آئند امر یہ ہے کہ وہاں پر MTA کے پروگرام باقاعدگی سے دیکھے جا رہے ہیں۔ الحمدللہ

O **مالٹا**: ماہ دسمبر میں مکرم منور احمد خالد صاحب آف Koblenz نے تین ہفتے کا دورہ کیا۔ اس دورے میں ہر قسم کے ذرائع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تعلقات ہموار کئے گئے۔ الحمدللہ اب ان کی تربیت کیلئے محترم ڈاکٹر عبدالغفار صاحب مربی سلسلہ مالٹا تشریف لے جا چکے ہیں۔ اب تک مکرم منور احمد خالد صاحب کو چیکوسلواکیہ Maldova اور ہنگری میں جماعت کا پودا لگانے کی توفیق مل چکی ہے۔

مجلس انصاراللہ کی چوتھی سالانہ علمی ریلی ۲۰۰۴ء کا نصاب

(۱) تلاوت قرآن کریم: الف معیار خاص: اس میں قاری حضرات اور حفاظ کرام حصہ لیں گے۔ نصاب: سورۃ قلم اور سورۃ جن (پارہ ۲۹)

ب معیار عام: اس معیار میں قاری اور حفاظ کرام شرکت نہیں کریں گے دیگر انصار خوش الحانی سے قرآن کریم کی تلاوت کے مقابلہ میں حصہ لیں گے۔ نصاب: سورۃ صف آیت ۱ تا ۱۵ سورۃ جمعہ آیت ۱ تا ۱۲

(۲) حفظ قرآن: پہلا پارہ مکمل۔ الم

(۳) نظم خوانی: درثمین نظم تعلق باللہ "کبھی نصرت نہیں ملتی در مولیٰ سے گندوں کو"

کلام محمود نظم معرکہ حق و باطل "تیری محبت میں میرے پیارے ہر اک مصیبت اٹھائیں گے ہم"

کلام طاہر نظم "بہیں اشک کیوں تمہارے نہیں روک لو خدارا"۔ درعدن نظم عنوان۔ التجائے قادیان سیدا! ہے......

(۴) مقابلہ بیت بازی: مقابلہ بیت بین الاضلاع ہوگا اور ہر ضلع سے دو ممبران پر مشتمل ٹیم حصہ لے سکے گی۔ نصاب درثمین، کلام محمود، کلام طاہر، درعدن

(۵) تقریر معیارِ خاص (اردو): ہر ضلع سے ایک مقرر حصہ لے گا۔ تقریر کا وقت ۵ تا ۸ منٹ ہوگا۔

موضوعات: (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت منصف اعظم (۲) "ذکرِ حبیب" محبت الٰہی (۳) غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے۔ (۴) احمدیت نے دنیا کو کیا دیا۔ (۵) عاجزی وانکساری۔ (۶) فی البدیہہ تقریری مقابلہ اردو: عنوان مقابلے کے وقت دیئے جائیں گے۔ تقریری کا وقت ۲ تا ۳ منٹ ہوگا۔

(۷) مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ: درج ذیل کتب نصاب میں شامل ہوں گی۔ تحریری امتحان ہوگا۔

(۱) چشمہ مسیحی (۲) نشان آسمانی (۳) برکات الدعاء (۴) اربعین (۵) تجلیات الٰہیہ۔

(۸) مقابلہ عام دینی معلومات (کوئز) یہ مقابلہ بین الاضلاع ہوگا۔ ہر ضلع سے تین ممبران پر مشتمل ٹیم حصہ لے گی۔

نصاب: (۱) کتاب "دینی معلومات کا بنیادی نصاب" (ایڈیشن ۲۰۰۳ء) (۲) کتاب "دینی معلومات" شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ (۳) تاریخ احمدیت جلد اوّل (نیا ایڈیشن) صفحہ ۱ تا صفحہ ۳۲۴ (۴) دستور اساسی مجلس انصاراللہ (۵) ہدایات یالائحہ عمل ۲۰۰۴ء

مقابلہ نویسی: "حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سفر لاہور وسیالکوٹ" آخری تاریخ ۳۱۔ اگست ۲۰۰۴ء ہے۔

ضروری ہدایت: زعامت ہائے علیا اور اضلاع ہر مقابلہ کیلئے ایک نمائندہ ضرور بھجوائیں۔ مناسب ہوگا کہ مجالس/اضلاع اپنے ہاں یہ علمی مقابلے منعقد کر کے اوّل آنے والے رکن کو بطور نمائندہ بھجوائیں۔ (قیادت تعلیم)

انتخاب از کلام سیدنا المصلح الموعود

محمد ﷺ پر ہماری جاں فدا ہے
کہ وہ کوئے صنم کا رہنما ہے

مرا دل اس نے روشن کر دیا ہے
اندھیرے گھر کا میرے وہ دِیا ہے

خبر لے اے مسیحاؑ دردِ دِل کی
ترے بیمار کا دم گھُٹ رہا ہے

ہوئے ہیں لوگ دشمن امرِ حق کے
اسی کا نام کیا صدق و صفا ہے

حیاتِ جاوداں ملتی ہے اس سے
کلامِ پاک ہی آبِ بقا ہے

مِرا ہر ذرّہ ہو قُربانِ احمدؐ
مِرے دِل کا یہی اِک مُدّعا ہے

اُسی کے عِشق میں نکلے میری جاں
کہ یادِ یار میں بھی اِک مزا ہے

مجُھے اِس بات پر ہے فخر محمود
مرا معشوق محبوبِ خدا ہے

محمد ﷺ جو ہمارا پیشوا ہے
محمد ﷺ جو کہ محبوبِ خدا ہے

ہو اس کے نام پر قُربان سب کچھ
کہ وہ شاہنشہِ ہر دوسرا ہے

Monthly ANSARULLAH January 2004
Ph: 04524-212982
EDITOR: NASRULLAH KHAN NASIR Regd. # : CPL-34/CR-03

استجابت دعا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام دعاؤں کی تاثیرات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اِس زمانہ کا فرقہ نیچریہ ان اوہام اور وساوس میں مبتلا معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ ابتداء سے قدرت نے شُدنی اور ناشُدنی امور میں تقسیم کر رکھی ہے اس لئے استجابت دعا کچھ چیز بھی نہیں مگر یہ اوہام سراسر خام ہیں اور حق بات یہی ہے کہ جیسے حکیم مطلق نے دواؤں میں باوجود انضباط قوانین قدرتیہ کی تاثیرات رکھی ہیں ایسا ہی دعاؤں میں بھی تاثیرات ہیں جو ہمیشہ تجارب صحیحہ سے ثابت ہوتی ہیں اور جس مبارک ذات علّت العلل نے استجابتِ دعا کو قدیم سے اپنی سنت ٹھہرایا ہے اُسی ذات قدوس کی یہ بھی سنت ہے کہ جو مصیبت رسیدہ لوگ ازل میں قابل رہائی ٹھہر چکے ہیں وہ انہیں لوگوں کے انفاسِ پاک یا دعا اور توجہ اور یا ان کے وجود فی الارض کی برکت سے رہائی پاتے ہیں جو قرب اور قبولیت الٰہی کے شرف سے مشرف ہیں اگرچہ دنیا میں بہت سے لوگ بت پرست بھی ہیں جو مومنِ کامل کی طرف اپنے مصائب کے وقت رجوع بھی نہیں کرتے اور ایسے بھی ہیں جو استجابتِ دعا کے قائل ہی نہیں اور بکلی تدابیر اور اسباب کے مقید ہیں اور ان کی سوانح زندگی پر نظر ڈالنے سے شائد ایک سطحی خیال کا آدمی اس دھوکہ میں پڑے گا کہ ان کی مشکلات بھی تو حل ہوتی ہیں پھر یہ بات کہ مقبولوں کی دعائیں بھی کثرت سے قبول ہوتی ہیں کیونکر صفائی سے ثابت ہوسکتی ہے اس وہم کا جواب جو قرآنِ کریم میں بیان کیا گیا ہے یہ ہے کہ اگرچہ کوئی شخص اپنی مرادات کے لئے بت کی طرف رجوع کرے یا اور دیوتاؤں کی طرف یا اپنی تدابیر کی طرف لیکن درحقیقت خدائے تعالیٰ کا پاک قانونِ قدرت یہی ہے کہ یہ تمام امور مقبولوں کے ہی اثرِ وجود سے ہوتے ہیں اور ان کے انفاسِ پاک سے اور ان کی برکات سے یہ جہان آباد ہو رہا ہے انہیں کی برکت سے بارشیں ہوتی ہیں اور انہیں کی برکت سے دنیا میں امن رہتا ہے اور وبائیں دور ہوتی ہیں اور فساد مٹائے جاتے ہیں اور انہیں کی برکت سے دنیادار لوگ اپنی تدابیر میں کامیاب ہوتے اور انہیں کی برکت سے چاند نکلتا اور سورج چمکتا ہے وہ دنیا کے نور ہیں......"

(آسمانی فیصلہ - روحانی خزائن جلد۴ صفحہ ۳۲۸)